تکبیر تحریمہ-احکام ومسائل

تکبیر تحریمہ کی فرضیت:

سوال: نماز کے لئے تحریمہ شرط ہے یا سنت یا مستحب، اگر کوئی تکبیر نہ کہے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

تکبیر تحریمہ نماز کے فرائض میں سے ہے، بغیر تکبیر تحریمہ کے نماز نہیں ہوتی۔(۱)

قال الحصکفی:(من فرائضها)التی لاتصح بدونها(التحریمة)قائمًا وهی شرط فی غیر جنازة علی القادر، به یفتیٰ.(الدرالمختار)

قال ابن عابدین تحت قوله علی القادر:متعلق بشرط لتضمنه معنی الفرض أی وهی شرط مفتر ضٌ علیه.(ردالمحتار،باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۲)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۲/۷۲-۷۳)

(۱) نماز کے اندر بعض اعمال فرض، بعض واجب، بعض سنت اور بعض مستحب ہیں۔نماز کے اندر فرض اعمال (شرائط وارکان) یہ ہیں:
(۱)تکبیر تحریمہ(۲) قیام(۳) قراءت(۴) رکوع(۵) سجدہ(۶) قعدۂ اخیرہ(۷) قعدۂ اخیرہ کے بعد نماز سے نکلنا۔(شامی:۱/۲۵۸)
ان میں سے کوئی جان بوجھ کر یا بھول چوک سے چھوٹ جائے، تو نماز نہ ہوگی، پھر سے (دوبارہ) نماز پڑھنی پڑے گی۔(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل:۲۱۸-انیس)

(۲) **منها التحریمة...وهی شرط عندنا حتی أن من یحرم للفرائض کان له أن یؤدی بها التطوع هکذا فی الهدایة.** (الفتاویٰ الهندیة،باب صفة الصلاة،الفصل الأول: ۱/۶۸)

﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى﴾.(سورة الأعلیٰ:۱۵)

فجعله مصلیاً عقیب الذکر فدل ذلک علی أنه أراد ذکر التحریمة.(أحکام القرآن للجصاص: ۱/۷، ط:دارالکتب العلمیة.انیس)

عن رفاعة بن رافع قال:کنا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم دخل رجل المسجد فصلی ورسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یرمقه ولایشعر ثم انصرف فأتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فسلم علیه،فرد علیه السلام ثم قال:ارجع فصل فإنک لم تصل،قال:لا أدری فی الثانیة أو فی الثالثة، قال:والذی أنزل علیک الکتاب لقد جهدت فعلمنی وأرنی،قال:إذا أردت الصلاة فتوضأ فأحسن الوضوء ثم قم فاستقبل القبلة ثم کبر،ثم اقرأ،ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائماً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع رأسک حتی تطمئن قاعداً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً فإذا صنعت ذلک فقد قضیت صلاتک وما انتقصت من ذلک فإنما تنقصه من صلاتک.(سنن النسائی،باب الرخصة فی ترک الذکر فی الرکوع (ح:۱۰۵۳)

==

نماز میں تکبیرات کہنا واجب ہیں یا سنت:

سوال: نماز میں تکبیرات کا کہنا سنت ہے یا واجب؟

الجواب

تکبیر تحریمہ تو فرض ہے اور باقی رکوع وسجدہ کی تکبیریں سنت ہیں۔

كما في الهندية: ٤٢/١ :فرائض الصلاة وهى ست منها التحريمة.

وفيه أيضًا، ص: ٤٥ :سننها رفع اليدين للتحريمة (إلى أن قال) وتكبير الركوع وتسبيحه ثلاثاً وأخذ ركبتيه بيديه وتفريج أصابعه وتكبير السجود والرفع. (۱)

احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ۔ ۵/ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (امدادالاحکام: ۹۱/۲)

تکبیر تحریمہ میں کونسی چیز فرض یا واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیر تحریمہ میں کونسی چیز فرض اور کیا واجب اور سنت ہے، اشاعت فتاویٰ عالمگیری کیلئے باحوالہ جواب کا احتیاج ہے، کیونکہ عالمگیری میں نماز کے لئے واجبات میں تکبیر تحریمہ کے بارے میں کوئی چیز ذکر نہیں ہے۔ بینوا توجرا۔

(**المستفتی**: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ ہندیہ، سہگل، جہلم)

الجواب

تکبیر تحریمہ شرط اور فرض ہے۔ (**الدر المختار، باب صفة الصلاة**) (۲) اور بالخصوص "**الله أكبر**" پڑھنا واجب یا سنت ہے۔ (**الدر المختار مع ردالمحتار: ٤٤٧/١**) (۳) فقط (فتاویٰ فریدیہ: ۲/ ۲۳۸-۲۳۹)

== ولفظ البخاری ومسلم: إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر. (الصحيح للبخارى، باب من رد فقال: عليك السلام (ح: ٦٢٥١) / الصحيح لمسلم، باب وجوب قرأة الفاتحة فى كل ركعة (ح: ٣٩٧) انيس)

(۱) الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الأول فى فرائض الصلاة / والفصل الثالث فى سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها / وكذا فى كنز الدقائق، باب صفة الصلاة: ١٦٠/١. انيس

(۲) قال العلامة الحصكفى: من فرائضها التحريمة وهو شرط. (الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ٣٢٦/١)

(۳) قال العلامة الحصكفى: (وإذا أراد الشروع فى الصلاة كبر) لو قادرًا (للافتتاح) أى قال وجوباً الله أكبر.

قال ابن عابدين: وأجيب بأنه يفيد السنية أو الوجوب. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها: ٣٥٤/١)

نوٹ: بلاشبہ تکبیر تحریمہ فرض یا شرط ہے؛ لیکن سائل کا منشا تکبیر تحریمہ کے حکم کو جاننا نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ میں کیا باتیں فرض یا واجب یا سنت ہیں، چنانچہ فقہا کی صراحت کے مطابق تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہنا واجب ہے، یعنی تکبیر تحریمہ میں قیام واجب ہے، اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے جھک جائے پھر تکبیر کہے تو نماز صحیح نہیں ہوگی اور اللہ اکبر کہنے کو بعض فقہا نے واجب اور بعض نے مسنون قرار دیا ہے، اس لیے دوسرے کلمات جیسے اللہ اجل، اللہ اعظم وغیرہ سے احتراز بہتر ہے۔ انیس

تکبیر تحریمہ جس طرح مرد کیلئے ضروری ہے، عورت کیلئے بھی ضروری ہے:

سوال: تکبیر تحریمہ عورت کو بوقت نماز کہنا فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

تکبیر تحریمہ عورت اور مرد سب کو کہنا چاہئے، اس میں مردوں کی کچھ تخصیص نہیں ہے۔ کما فی عامة کتب الفقه. (۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۵۰/۲)

مقتدی کے لئے تکبیر تحریمہ کا حکم:

سوال: مقتدی کے لئے تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے یا امام کے تحریمہ سے کام چل جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

امام ہو یا مقتدی ہر ایک کے لئے تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے، امام کا تحریمہ کہنا مقتدی کے تحریمہ کے لئے کافی نہیں ہے۔

(من فرائضها) التي لاتصح بدونها (التحريمة). (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱۲۷/۲-۱۲۸) (۲) فقط والله أعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی ۔ ۱۴۰۸/۳/۲۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۸۵/۲)

(۱) (من فرائضها) التي لاتصح بدونها (التحريمة) قائمًا وهي شرط. (الدر المختار)

التحريمة: المراد بها جملة ذكر خالص مثل: "اللّٰه أكبر". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۱۱/۱، ظفير)

(۲) وإذا أراد الشروع في الصلوٰة كبّر) لوقادرًا (للافتتاح) أي قال وجوبًا اللّٰه أكبر ولايصير شارعًا بالمبتدأ فقط كاللّٰه، ولا بأكبر فقط، هو المختار. (الدر المختار)

لأن الشرط الإتيان بجملة تامة، الخ. (رد المحتار: ۱۷۸/۲)

(ينبغي الخشوع في الصلاة وإذا أراد الدخول فيها كبر حاذقاً بعد رفع يديه محاذياً بإبهاميه شحمتي أذنيه وقيل ماساً وعند أبي يوسف يرفع مع التكبير لا قبله والمرأة ترفع حذاء منكبيها ومقارنة تكبير المؤتم تكبير الإمام أفضل خلافاً لهما) ... فلو كبر قبله لم يصر شارعاً وكذا لو قال اللّٰه مع الإمام وأكبر قبله على الأصح لأنه إنما يصير شارعاً بمجموع الله أكبر لا بقوله الله فقط أو أكبر فقط وهذا ظاهر الرواية كما أفاده المصنف، قال في البحر وهو المختار، بقي لو كبر غير عالم بتكبير إمامه ففي منية المصلي وغيره إن كان أكبر رأيه إنه كبر قبله فلا يجزيه وإلا أجزأه ... (ولو قال بدل التكبير اللّٰه أجل أو أعظم أو الرحمن أكبر أو لا إله إلا اللّٰه أو كبر بالفارسية صح) في الكل مع كراهة التحريم على الراجح كما حرره في البحر. (الدر المنتقىٰ شرح المجمع، فصل في صفة شروع الصلاة: ۱۳۷/۱-۱۴۰. دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

بزبان فارسی تکبیر تحریمہ کہنے سے نماز کا حکم:

سوال: تکبیر تحریمہ فارسی زبان میں کہہ کر نماز شروع کرے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فارسی زبان میں تکبیر تحریمہ کہنے سے نماز صحیح ہوجائے گی، لیکن صاحبین کے نزدیک نماز درست نہ ہوگی، اگرچہ امام صاحب کے مذہب کے مطابق نماز درست ہے، پھر بھی خلاف سنت ہونے کی وجہ سے جو شخص عربی زبان پر قدرت رکھتا ہو، اس کے لئے فارسی زبان میں تکبیر تحریمہ کہنا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

ملاحظہ ہو! بدائع الصنائع میں ہے:

ولو افتتح الصلاة بالفارسية بأن قال ''خدائے بزرگ تر'' أو ''خدائے بزرگ'' يصير شارعًا عند أبي حنيفة وعندهما لايصير شارعًا إلا إذا كان لايحسن العربية. (بدائع الصنائع: ۱/۱۳۱، سعید کمپنی)

درمختار میں ہے:

(كما صح لو شرع بغير عربية...قلت: وجعل العيني الشروع كالقراءة لاسلف له فيه) أي لم يقل به أحد قبله، وإنما المنقول أنه رجع إلىٰ قولهما في اشتراط القراءة بالعربية إلا عند العجز، أما مسئلة الشروع فالمذكور في عامة الكتب حكاية الخلاف فيها بلا ذكر رجوع أصلا (قوله ولاسند له يقوى) أي ليس له دليل يقوى مدعاه، لأن الإمام رجع إلىٰ قولهما في اشتراط القراءة بالعربية، لأن المأمور به قراءة القرآن... أما الشروع بالفارسية فالدليل فيه للإمام أقوى، وهو كون المطلوب في الشروع الذكر والتعظيم، وذلك حاصل بأي لفظ كان، وأي لسان كان، نعم لفظ "الله أكبر" واجب للمواظبة عليه لا فرض. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۴۸۴، سعید)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو كبر بالفارسية جاز، هكذا في المتون، سواء كان يحسن العربية أولا إلا أنه إذا كان يحسنها يكره وعلىٰ قول أبي يوسف ومحمد لايجوز، إلا إذا كان لا يحسن العربية، هكذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۶۹، الباب الرابع في صفة الصلاة)

---

(۱) یعنی "الله أكبر" کے الفاظ سے نماز شروع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک توارث اور امت کا ان الفاظ سے ہی نماز شروع کرنے کا اہتمام؛ کی وجہ سے یہ واجب ہے، فرض نہیں اور واجب کے ترک سے نماز صحیح ہوجاتی ہے، البتہ اس میں کراہت آجاتی ہے۔

(قوله: لايوجب فساداً ولا سهواً) أي بخلاف ترك الفرض فإني يوجب الفساد وترك الواجب فإنه يوجب سجود السهو. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة: ۱/۴۷۴، دارالفكر. انيس)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

الصحيح أنه يصح الشروع عنده بغير العربية ولو كان قادرًا عليها مع الكراهة التحريمية للقادر لأن الشروع يتعلق بالذكر الخاص وهو يحصل بكل لسان. (حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح: ۲۸۰، قديمى)

اوجز المسالک میں ہے:

والثابت بالخبر اللفظ المخصوص فيجب العمل به حتىٰ يكره لمن يحسنه تركه. (أوجز المسالك: ۷٦/۲، باب افتتاح الصلاة، دار العلوم دمشق) **والله سبحانه وتعالىٰ أعلم** (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۱۲۸/۲-۱۳۰)

تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ تکبیر تحریمہ کب کہے؟ ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر؟

(۱) اگر امام صاحب کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر کا ایک جزء کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا جزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) غرضکہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے؟

(۴) رکوع وسجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں:

(۱) پہلے رفع یدین کرے؛ یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کردے۔ (البحر الرائق: ۳۰۵/۱، درمختار مع الشامی: ۴۶۵/۱)(۱)

---

(۱) ولم يبين المصنف وقت الرفع لأنه عبر بالواو وهى لمطلق الجمع، وفيه ثلاثة أقوال:
القول الأول أنى يرفع مقارناً للتكبير، وهو المروى عن أبى يوسف قولاً والمحكى عن الطحاوى فعلاً ==

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے، تیسری صورت بھی جائز ہے، مگر معمول بہانہیں ہے۔(ہدایہ:۸۴/۱)(۱)(شامی، البحر الرائق وغیرہ)

اور جوہرہ میں ہے، اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے، جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں، تب تکبیر شروع کرے۔(جوہرہ:۴۹/۱)(۲)

(۱)　صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی، لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو موخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے، یہ ثنا پڑھنے کا محل ہے، نہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہوجانی چاہئے، ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس

== واختاره شيخ الإسلام وقاضي خان وصاحب الخلاصة والتحفة والبدائع والمحيط حتى قال البقالي:هذا قول أصحابنا جميعاً ويشهد له المروى عنه عليه الصلاة والسلام أنه كان يكبر عن كل خفض ورفع ومارواه أبوداؤد أنه صلى الله عليه وسلم-"كان يرفع يديه مع التكبير"وفسر قاضي خان المقارنة بأن تكون بداء ته عند بداء ته وختمه عند ختمه.

القول الثاني:وقته قبل التكبير،ونسبه في المجمع إلى أبي حنيفة ومحمد وفي غاية البيان إلى عامة علمائنا وفي المبسوط إلى أكثر مشائخنا وصححه في الهداية ويشهد له ما في الصحيحين عن ابن عمر قال النبي صلى الله عليه وسلم:إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم كبر.

القول الثالث:وقته بعد التكبير فيكبر أولاً ثم يرفع يديه ويشهد له ما في الصحيح لمسلم أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا صلى كبر ثم رفع يديه،ورجح في الهداية ما صححه بأن فعله نفي الكبرياء عن غيره تعالىٰ والنفي مقدم على الإيجاب ككلمة الشهادة وأورد عليه أن ذلك في اللفظ فلا يلزم في غيره،ورد بأنه لم يدع لزومه في غيره وإنما الكلام في الأولوية ففي الأقوال الثلاثة رواية عنه عليه السلام فيؤنس بأنه صلى الله عليه وسلم فعل كل ذلك ويترجح من بين أفعاله تقديم الرفع بالمعنى المذكور وتحمل ثم في قوله ثم رفع على الواو ومع على معنى قبل لأن الظروف ينوب بعضها عن بعض وقد يقال:إن تقديم النفي في كلمة الشهادة ضرورة لأنه لايمكن التكلم بالنفي والإثبات معاً بخلاف ما نحن فيه،ورواية أنه كان يرفع مع التكبير نص محكم في المقارنة ،الخ.(البحر الرائق،آداب الصلاة: ۳۲۲/۱،کذا في ردالمحتار،فروع كبر غيرعالم بتكبير إمامه: ۴۸۲/۱ .انيس)

(۱)　ويرفع يديه مع التكبير وهو سنة لأن النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليه،وهذا اللفظ يشير إلى اشتراط المقارنة وهو المروى عن أبي يوسف والمحكى عن الطحاوى والأصح أنه يرفع أولاً ثم يكبر لأن فعله نفي الكبرياء عن غير الله تعالىٰ والنفي مقدم على الإثبات.(الهداية شرح بداية المبتدى،كتاب الصلاة: ۴۸/۱ .انيس)

(۲)　(قوله:ورفع يديه مع التكبيرة)الرفع سنة وليس بواجب وقوله مع التكبيرة إشارة إلى اشتراط المقارنة والأصح أنه يرفع أولاً فإذا استقرتا في موضع المحاذاة كبر،لأن الرفع بمنزلة النفي كأنه نبذ ماسوى الله تعالىٰ وراء ظهره فاليد اليمنىٰ كالآخرة واليد اليسرىٰ كالدنيا ولأن في الرفع نفي الكبرياء عن غير الله وقوله الله أكبر بمنزلة إثبات الكبرياء لله تعالىٰ والنفي مقدم على الإثبات كما في كلمة الشهادة لا إله إلا الله ولاتصح تكبيرة الإحرام إلا في حال القيام أما إذا حنى ظهره كبر إن كان القيام أقرب يصح وإن كان إلى الركوع أقرب لايصح.(الجوهرة النيرة،باب صفة الصلاة: ۵۴/۱ .انيس)

کی اقتدا اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ ''اللہ'' کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ ''اکبر'' امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کردے، تب بھی اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ (درمختار مع الشامی: ۱/۴۴۸)(۱)

لہٰذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۲)　رکوع وسجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے، اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم کرے، رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دوطرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ ایک کراہت ترک محل کی؛ کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں، رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے، یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا، یہ ان کا محل تھا؛ جس کو ترک کردیا۔ دوسری کراہت؛ ادا بے محل کی، یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے؛ وہ ''سبحان ربي العظيم'' یا ''سبحان ربي الأعلیٰ'' کہنے کا وقت تھا، تکبیر کا وقت نہیں تھا، اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ (منیۃ المصلی: ۸۴-۸۸، وکبیری: ۳۴۵)(۲)

مختصر یہ کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۲۳۲-۲۳۳)

رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہونے والا کتنی تکبیر کہے:

سوال:　اگر امام رکوع میں چلا گیا، دوسرا مقتدی نماز میں شریک ہونے کے لئے صف میں کھڑا ہوا، لیکن ابھی شریک نہیں ہوا، تو اب وہ پہلے نیت کرے گا اور تکبیر کہے گا، اس کے بعد دوبارہ رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہنی پڑے گی، یا اس نیت والی تکبیر سے رکوع میں چلا جائے گا، اور نیت باندھنے کے بعد کچھ وقفہ کے بعد رکوع میں جائے گا یا فوراً؟ جو بھی درست ہو، جواب سے نوازیں؟

---

(۱)　(فروع: كبر غير عالم بتكبير إمامه إن أكبر رأيه أنه كبر قبله لم يجز وإلا جاز ،محيط)أى بأن كان أكبر رأيه أنه مع الإمام أو بعده أو لم يكن له رأى أصلاً والجواز فى الثالثة لحمل أمره على الصواب ولكن الأحوط كما فى شرح المنية أن يكبر ثانياً ليقطع الشك باليقين ووقع فى الفتح هنا نبه عليه فى النهر .(ردالمحتار : ١/١ ٤٨، دارالفكر. انيس)

(۲)　(وينبغي أن يكون ابتداء تكبيره عند أول الخرور والفراغ) منه (عند الإستواء)راكعاًوقال بعض المشايخ يكبر قائماًثم يركع وكذا ذكر فى المحيط مستدلاً بقول محمد إذا أراد أن يركع يكبر (وبعضهم)أى بعض المشايخ (قالوا:إذا أتم القراء ة حالة الخرور لابأس به بعد أن يكون ما بقى من القراء ة حرفاً)واحداً(أو كلمة)واحدة لا أكثر من ذلك لئلا يكون قارئاً فى الركوع وهذا يستلزم تأخير التكبير إلى أن يصل إلى الركوع وليس بشيء (و)القول(الأول)وهو المقارنة (أصح)الأقوال كذا قال الطحاوى وهو مفاد عبارة الجامع الصغير والمروى عنه عليه الصلاة والسلام قال أبوهريرة: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام إلى الصلاة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ==

الجواب ــــــــــــــــــــــــ باللّٰہ التوفیق

جو شخص امام کو حالت رکوع میں پائے، وہ اگر ایک تکبیر قیام کی حالت میں کہہ کر بھی رکوع میں چلا جائے، تو درست ہے، اس کے لئے دو تکبیر کہنا ضروری نہیں ہے۔

ولا یشترط تکبیرتان للإحرام والرکوع الذی فی الفتح ومدرک الإمام فی الرکوع لا یحتاج إلٰی تکبیرتین. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ۴۵۶) **فقط واللّٰہ تعالٰی أعلم** (دینی مسائل اوران کا حل: ۸۵)

تکبیر کے بغیر رکوع میں جانا:

سوال: زید مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ امام رکوع میں تھا، اس نے کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی اور بغیر ہاتھ باندھے رکوع میں چلا گیا، پوچھے جانے پر اس نے کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ رکوع نہ مل سکے گا تو صرف تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے بغیر ہاتھ باندھے رکوع میں چلے جانا جائز ہے، کیا یہ صورت جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا رکوع کی تکبیر کہنا بھی ضروری نہیں اور کیا ہاتھ کانوں تک اٹھانا بھی ضروری نہیں؟

ھو المصوب ــــــــــــــــــــــــ

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے بغیر کوئی شخص رکوع میں چلا جاتا ہے، تو اس کی نماز ہو جائے گی، اسی طرح تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا، رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا سنت ہے، اگر بھولے سے چھوٹ جائے تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔

اتفق الفقھاء علٰی أنہ یسن للمصلی عند تکبیرۃ الإحرام أن یرفع یدیہ. (الموسوعۃ الفقھیۃ: ۸۴/۲۷)

ذھب جمھور الفقھاء الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ إلٰی أن تکبیرات الانتقال سنۃ من سنن الصلاۃ. (الموسوعۃ الفقھیۃ: ۹۲/۲۷)

تحریر: ساجد علی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱۳۹/۲-۱۴۰)

== ثم یقول سمع اللّٰہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکوع ثم یقول وھو قائم ربنا لک الحمد ثم یکبر حین یرفع رأسہ ثم یفعل ذلک فی الصلاۃ کلھا حتی یقضیھا ویکبر حین یقوم من الثنتین بعد الجلوس، متفق علیہ، فإضافۃ ظروف الأذکار إلی الأفعال تقتضی مقارنتھا کمقارنۃ سائر الظروف لظروفھا ولأن فی المقارنۃ عدم اخلاء شیء من أجزاء الصلاۃ عن ذکر فکانت أولٰی. (شرح الکبیر للحلبی، فصل فی صفۃ الصلاۃ: ۳۱۵. مطبع سندہ، انیس)

قال محمد: وإذا أراد أن یرکع یکبر، قال بعض مشائخنا: ظاھر ماذکر محمد یدل علی أن تکبیر الرکوع یؤتی بہ فی حال القیام فإنہ قال: وإذا أراد أن یرکع یکبر، وقال بعضھم: یکبر عن الخرور للرکوع، فیکون ابتداء تکبیرہ عند أول الخرور والفراغ عند الاستواء لأن ھذا تکبیر الإنتقال ویأتی بجمیع الانتقال والطحاوی فی کتابہ یقول: یخر راکعاً ساکتاً وھذہ إشارۃ إلی القول الثانی. (المحیط البرھانی، الفصل السادس عشر فی التغنی والألحان: ۳۵۹/۱. انیس)

(۳) یہ تاکیداً ہے وجوباً نہیں۔ انیس

قیام-احکام ومسائل

تکبیر تحریمہ کے وقت قیام کی فرضیت:

سوال: مدرک جس وقت کہ امام رکوع میں ہے بعد تکبیر تحریمہ فوراً رکوع میں چلا جاوے، یا ثنا پڑھ کر یا بقدر اداء ثنا قیام کر کے رکوع میں جاوے، اگر مدرک کو یہ بھی خوف ہے کہ بقدر ادائے ثنا قیام کرنے پر رکوع نہیں پاسکتا، تو کیا کرے یعنی یہ قیام فرض ہے یا صرف سنت مستحب؟

الجواب

فی الدر المختار، أول باب صفة الصلاة: (من فرائضها) التی لاتصح بدونها (التحریمة) قائمًا. (۱)

وفیه فی فصل یلیه: ویشترط کونه قائمًا فلو وجد الإمام راکعًا فکبر منحنیًا إن إلی القیام أقرب صح ولغت نیة تکبیرة الرکوع. (۲)

وفی هذا الفصل: وهو مخیر بین قراءة الفاتحة... وتسبیح ثلاثًا وسکوت قدرها وفی النهایة: قدر تسبیحة.

وفی رد المحتار: (قوله قدر تسبیحة): قال شیخنا وهو ألیق بالأصول، حلیة، أی لأن رکن القیام یحصل بها لما مر أن الرکنیة تتعلق بالأدنٰی. (۳)

وفیه فی مفسدات الصلاة: ویفسدها أداء رکن ... وهو قدر ثلاث تسبیحات مع کشف عورة، اھ. (۴)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ مقدار رکن کی ایک تسبیح یا تین تسبیح کی قدر ہے، پس اس شخص کو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہنا چاہئے اور اتنی دیر کھڑا رہے کہ ایک بار یا تین بار سبحان اللّٰہ کہہ سکے، پھر رکوع میں جاوے اور ثنا پڑھنا یا ثنا کے قدر کھڑا رہنا ضروری نہیں، البتہ یہ جو عادت ہے کہ "اللّٰہ أکبر" کے ساتھ اول ہی سے رکوع میں پہنچ جاتے ہیں، ان لوگوں کی نماز نہیں ہوتی۔ (۵)

۱۷/ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ۔ (امداد، جلد: ۱، صفحہ: ۶۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۹۰-۱۹۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، صفة الصلاة: ۱/ ٤٤٢، انیس
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، فصل صفة الصلاة: ۱/ ٤٨٠، انیس
(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، بعد مطلب مهم فی عقد الأصابع: ۱/ ٥١١، انیس
(۴) الدر المختار مع رد المحتار، مفسدات الصلاة: ۱/ ٦٢٥-٦٢٦، انیس
(۵) تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر ادا کرنے کے بعد تین یا ایک تسبیح کی برابر کھڑا رہنے کی ضرورت مسبوق کے لئے ==

تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت قیام فرض ہے:

سوال: ایک شخص مسجد میں ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں ہے اس نے تکبیر تحریمہ کہہ کر فورا رکوع میں شرکت کر لی ،یعنی تکبیر تحریمہ کہہ کر قیام کچھ نہیں کیا،فورا جھک گیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام کہی ہے یا بحالت انحناء کہی ہے،مگر وہ اقرب الی القیام تھا تو نماز درست ہے،اگر بحالت انحناء کہی اور اقرب الی الرکوع تھا تو نماز درست نہیں،غرض تکبیر تحریمہ کا بحالتِ قیام یا بحالت اقرب الی القیام ہونا فرض ہے،تکبیر تحریمہ کے بعد مزید قیام فرض نہیں۔

قال فی مراقی الفلاح:والثانی من شروط صحة التحریمة الإتیان بالتحریمة قائمًا أومنحنیًا قلیلاً قبل وجود انحنائه بما هو أقرب للرکوع.قال فی البرهان:لوأدرک الإمام راکعاً فحنی ظهره ثم کبرإن کان القیام أقرب صح الشروع ولوأراد به تکبیرالرکوع وتلغونیته لأن مدرک الإمام فی الرکوع لایحتاج إلٰی تکبیرمرتین خلافاً لبعضهم وإن کان إلی الرکوع أقرب لایصح الشروع.آہ.(ص :۱۲۷)

۳/شعبان۔(امدادالاحکام:۷۹/۲)☆

== کسی روایت فقہی سے ثابت نہیں۔اس لئے سوال:۱۸۱،کے جواب میں جو کچھ حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے وہ اس پر شاہد ہے اوراس میں بحوالہ شامی یہ الفاظ بھی منقول ہیں:"لو کبر قائمًا فرکع ولم یقف صح" یعنی اگر صرف تکبیر تحریمہ بحالت قیام ادا کر کے رکوع میں چلا گیا اورمزید کچھ قیام نہیں کیا تو نماز صحیح ہوگئی،اس لئے اس جگہ جو نماز نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے اس میں کچھ تسامح ہوا ہے،صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔(محمد شفیع عفااللہ عنہ)

عن عمران بن حصین رضی اللّٰه عنه قال: کانت بی بواسیر،فسألت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن الصلاة، فقال:صلِّ قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلی جنب.(الصحیح للبخاری،باب إذا لم یطق قاعداً صلی علی جنب (ح:۱۱۱۷)/سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی صلاة المریض (ح:۱۲۲۳)/سنن أبی داؤد،باب فی صلاة القاعد (ح:۹۵۲)/سنن الترمذی،باب ماجاء أن صلاة القاعد علی النصف (ح: ۳۷۲)/المنتقی لابن الجارود،ماجاء فی صلاة القاعد (ح: ۲۳۱)/مسند الرویانی (ح:۱٤٥)/صحیح ابن خزیمة،باب صفة صلاة المریض مضطجعاًإذا لم یقدر (ح:۹۷۹)/شرح مشکل الآثار،باب بیان مشکل ماروی عن عمران بن حصین (ح:۱٦۹۳)/صحیح ابن حبان، ذکر تفضیل صلاة القائم علی القاعد،الخ (ح:۲٥۱۳)/المستدرک للحاکم (ح: ۱۱۸٦)/الطب النبوی لأبی نعیم الأصفهانی،باب البواسیر وأوجاع المقعدة (ح:٤٦۰)انیس)

عن أبی حنیفة عن حماد عن إبراهیم أنه قال فی الصلاة فی السفینة ،قال:صلِّ قائماً تیمم القبلة فإن لم تستطع فقاعداً تیمم القبلة.(الآثار لأبی یوسف،باب افتتاح الصلاة (ح:۱۳۱)انیس) ==

رکوع سے پہلے، کھڑے ہوئے بغیر تکبیر تحریمہ کا حکم:

سوال: جناب کی کتاب بہشتی گوہر حصہ یازدہم بہشتی زیور صفحہ ۲۷ (بیان تکبیر تحریمہ) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے "کہ امام جب رکوع میں ہو، تو جو لوگ بغیر قیام تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں داخل ہو جاتے ہیں، تو ان کی نماز نہیں ہوتی"۔ حالانکہ شامی میں ہے کہ یہ قیام عارضی کافی ہو جاتا ہے، نماز اس سے بھی جائز ہو سکتی ہے، اگرچہ ایسا فعل اچھا نہیں۔ آپ شامی کو ملاحظہ فرماویں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

شامی میں ہے:

فلو أدرك الإمام راكعًا فكبر منحنيًا لم تصح تحريمته. (٤٧/١)(۱)

اور اسی میں ہے:

فلو كبر قائمًا فركع ولم يقف صح لأن ما أتٰى به من القيام إلٰى أن يبلغ الركوع يكفيه، قنية.

في رد المحتار: (قوله فركع): أي وقرأ في هويه قدر الفرض أو كان أخرس أو مقتديًا أخر القراءة. (٤٦٣/١)(۲)

بہشتی گوہر کی یہ عبارت ہے:

آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، الخ۔

یہ عبارت شامی کی پہلی عبارت "**فكبر منحنيًا**" کا صریح ترجمہ ہے، شاید سائل کو درمختار کی دوسری عبارت "**ولم**

==☆ **فرض نماز کے لیے بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہنا:**

سوال: اگر کوئی شخص فرض نماز کی تکبیر تحریمہ بغیر عذر بیٹھ کر کہے اور فوراً کھڑا ہو جائے، آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

"**لو قال المصنف: فرضها التحريمة قائمًا، لكان أولٰى؛ لأن الافتتاح لايصح إلا في حالة القيام، حتى لو كبر قاعدًا ثم قام، لايصير شارعًا؛ لأن القيام فرض حالة الافتتاح**"، الخ. (بحر: ٢٩١/١) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٥٠٨/١، رشيدية)

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس طرح شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۸۸/۱/۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۴۴)

(۱) رد المحتار، بحث شروط التحريمة: ٤٥٢/١، انيس

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، بحث القيام: ٤٤٥/١، انيس

یقف“ سے شبہ ہوگیا ہو، سو یہ وقوف بعد التحریمة للقراءة ہے، گو عارض کے سبب قرأت نہ ہو، چنانچہ اس قول پر شامی کا قول ”وقرأ فی هویه، الخ“ صریح دلیل ہے، تو اس سے قیام للتحریمہ کا انتفا ضرورت لازم نہیں آتا۔

چنانچہ درمختار میں اس ”لم یقف“ کے قبل ”فکبر قائمًا“ اس قیام کی ضرورت کو ثابت کر رہا ہے۔(۱)

۱۰/شوال ۱۳۴۶ھ۔(تتمہ خامسہ،صفحہ:۵۹۵)۔(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۱۹۱-۱۹۳)

جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہونا:

سوال: امام رکوع میں تھا، ایک شخص بعد میں آیا اور جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہوگیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر نہیں کہی بلکہ اس طرح جھکتے ہوئے کہی ہے کہ رکوع میں تکبیر پوری ہوئی تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔(شامی:۱/۳۰۴)(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۴۳)

---

(۱) خلاصہ یہ کہ اگر امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو مقتدی سے فریضہ قیام (جو نماز کے ارکان میں سے ہے) ساقط ہوجاتا ہے، تمام فقہا اس پر متفق ہیں کوئی اختلاف مروی نہیں ہے۔ مقتدی کو چاہئے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً امام کے ساتھ رکوع میں جا ملے۔

من أدرک الإمام فی الرکوع فقد أدرک الرکعة مع جمیع أجزاءها من القیام والقراءة تقدیرًا، آه.(نور الأنوار:۳۹،نامی:۱/۸۹)

لیکن تکبیر تحریمہ کی صحت کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ (حالت قیام) میں کہی گئی ہو یعنی رکوع سے قریب ہونے سے پہلے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہو، تب وہ تکبیر تحریمہ صحیح اور معتبر ہوگی اور اگر جھک کر رکوع سے قریب ہونے کی حالت میں تکبیر کہی ہے، تو یہ تکبیر تحریمہ صحیح نہیں ہے اس لئے نماز نہ ہوگی۔ بہر حال قیام للتحریمہ تو ضروری ہے لیکن قیام للصلوٰۃ (جس کی مقدار ایک یا تین تسبیح ہے) ساقط اور معاف ہے، جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ نے سوال نمبر:۱۸۰ کے جواب (جو ایک صفحہ قبل گذرا ہے، انیس) پر حاشیہ میں لکھا ہے۔سعید احمد

(۲) فلو قال:”اللّٰه“مع الإمام و”أکبر“قبله،أو أدرک الإمام راکعًا فقال:”اللّٰه“قائمًا و ”أکبر“ راکعًا لم یصح فی الأصح،کما لو فرغ من”اللّٰه“قبل الإمام...ویشترط کونه قائمًا،فلو وجد الإمام راکعًا فکبر منحنیًا، إن إلی القیام أقرب یصح ولغت نیة تکبیر الرکوع“.(الدر المختار،کتاب الصلاة،فصل فی بیان تألیف الصلاة إلی انتهائها: ۱/۴۸۰،سعید)

ولا یصیر شارعًا بالتکبیر إلا فی حالة القیام أو فیما هو أقرب إلیه من الرکوع،هکذا فی الزاهدی.وکذا لو أدرک الإمام فی الرکوع،فقال:اللّٰه أکبر،إلا أن قوله:”اللّٰه“کان فی قیامه،وقوله:”أکبر“وقع فی رکوعه، لا یکون شارعًا فی الصلاة“.(الفتاویٰ الهندیة،الباب الرابع فی صفة الصلاة: ۱/۶۸-۶۹،رشیدیة)

”ولو جاء إلی الإمام وهو راکع منحنی ظهره،ثم کبر،إن کان إلی القیام أقرب،یصح،وإن کان إلی الرکوع أقرب لا یصح“.(البحر الرائق،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۱/۵۰۸،رشیدیة)

رکوع کی حالت میں تکبیر تحریمہ کا حکم:

سوال: ایک شخص مسجد میں پہنچا امام رکوع میں تھا، آنے والے نے جھک کر تکبیر کہی اور رکوع میں شریک ہوگیا، اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اس نے گھٹنوں تک ہاتھوں کے پہنچنے سے پہلے تکبیر کہی ہے تو نماز ہوگئی اور اگر گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔

"فلو وجد الإمام راكعًا فكبر منحنيًا إن كان إلى القيام أقرب بأن لا تنال يداه ركبتيه صحت و لغت نية تكبيرة الركوع". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۲۳/۱)/ كذا فى الطحطاوى على المراقى: ۱٤٨/۱)(۱) **فقط والله تعالىٰ أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۵۲/۳-۵۳)

کیا سنت میں قیام فرض ہے:

سوال: آپ نے میرے استفتا میں قیام کی فرضیت کے بارے میں بتایا ہے کہ قیام فرض ہے اور جو فرض نہ ہو، بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو، جیسے واجب اور سنت فجر میں قیام فرض ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ مسئلہ فرض اور واجب اور سنت فجر کے ساتھ مخصوص ہے یا اس میں سنت مؤکدہ بھی شامل ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سنت مؤکدہ میں قیام فرض ہے، سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن مؤکدہ میں قیام فرض نہیں۔ (۲)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ ۱۳۹۱/۱۲/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۲/۵) ☆

(۱) الدر المختار على صدر رد المحتار، فصل فى بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ٤٨٠/۱/ كذا فى النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱۹٤/۱/ وكذا فى تبيين الحقائق، فصل الشروع فى الصلاة وبيان أحوالها: ۱۰۹/۱/ وكذا فى الجوهرة النيرة، باب صفة الصلاة: ٥٠/۱/ وكذا فى درر الحكام شرح غرر الحكام، باب صفة الصلاة: ٦٥/۱/. حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب شروط الصلاة وأركانها: ۲۱۸/۱. انيس

ولو وجد الإمام فى الركوع أو السجود أو القعود ينبغى أن يكبر قائماً ثم يتبعه فى الركن الذى هو فيه، ولو كبر للافتتاح فى الركن الذى هو فيه لا يصير شارعاً لعدم التكبير قائماً مع القدرة عليه. (بدائع الصنائع، فصل فى شرائط أركان الصلاة: ۱۳۱/۱. انيس)

(۲) "ومنها القيام فى فرض) وملحقٍ به كنذر وسنة فجر فى الأصح (لقادر عليه)". (الدر المختار) ==

قیام،قرأت،رکوع وسجود کے فرض کی مقدار:

سوال: ارکان نماز میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کم سے کم قیام تکبیر تحریمہ تک فرض ہے،اسی طرح کم سے کم قرأت ایک آیت تک فرض ہے،اسی طرح کم سے کم رکوع ایک تسبیح پڑھنے تک اور کم سے کم سجدہ بھی ایک تسبیح ادا کرنے تک فرض

== ("قوله:وسنة فجرفي الأصح)أما على القول بوجوبها فظاهروأما على القول بسنيتها فمراعاة القول بالوجوب و نقل في مراقي الفلاح أن الأصح جوازها من قعود،أقول:لكن في الحلية عند الكلام علىٰ صلاة التراويح لوصلى التراويح قاعدًا بلاعذر،قيل:لاتجوز قياسًا على سنة الفجر،فإن كلا منهما سنة مؤكدة،وسنة الفجر لاتجوز قاعدًامن غيرعذرٍبإجماعهم،كما هورواية الحسن عن أبي حنيفة،كما صرح به في الخلاصة ".(رد المحتار: ۳۹۹/۱، نعمانية)(الدر المختار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۴۴۵/۱،سعيد)

"ولايجوزأن يصليها قاعدًا مع القدرة على القيام،ولهذا قيل:إنها قريبة من الواجب،كذا في التاتارخانية ناقلاً عن النافع".(الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب التاسع في النوافل: ۱۱۲/۱.رشيدية)

☆ **نماز میں قیام کی کتنی مقدار فرض ہے:**

سوال(۱) کیا قیام فرض واجب اور سنت سب نمازوں میں فرض ہے یا کچھ قید ہے؟

(۲) فرض پچھلی دو رکعتوں میں قیام کی فرض مقدار اور واجب کی کتنی مقدار ہے؟ بہشتی زیور میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک چپ کھڑا رہنے پر نماز کا درست ہونا بتایا گیا ہے۔(بہشتی زیور،حصہ دوم،فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان،ص:۲۰،امدادیہ) جب کہ آپ نے قرأت مفروضہ کی مقدار قیام کو فرض بتلایا ہے۔(بحوالہ درمختار)(الدر المختار،كتاب الصلاة،بحث القيام: ۴۴۴/۱،سعيد)

فرض کی ادائیگی سے نماز ناقص ہوتی ہے اور دوبارہ پڑھنا واجب ہے جب تک کہ واجبات کی ادائیگی نہ کرے۔اس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا صرف قرأت مفروضہ کی ادائیگی ہوئی اور واجب ترک ہوگیا۔اس مسئلہ کو صاف کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

"(ومنها القيام) في فرض وملحق به كنذرأوسنة فجر في الأصح آه".(درمختار) (الدرالمختار، كتاب الصلاة،بحث القيام: ۴۴۴/۱-۴۴۵،سعيد)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیام نماز فرض ہے اور جو نماز فرض نہ ہو بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو جیسے واجب اور سنت فجر اس میں بھی فرض ہے۔

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں بلکہ قرأت فاتحہ اور تین بار سبحان اللہ اور اتنی دیر سکوت کا اختیار ہے۔جو صورت بھی اختیار کرے گا نماز ہو جائے گی،سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا،ہاں! سنت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے۔پس سورہ فاتحہ کی مقدار قیام سنت ہے اور تین تسبیح کی مقدار قیام بھی کافی ہے۔اگر قرأت فرض ہوتی ہے تو اس کے قیام کو فرض کہا جاتا اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اس موقع پر واجب ہوتا تو اتنی مقدار قیام کو واجب کہا جاتا جس کے سہواً ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا اور عمداً ترک سے اعادہ واجب ہوتا۔

ومفروضه وواجبه ومسنونه ومندوبه بقدرالقراءة فيه(الدرالمختار،كتاب الصلاة،بحث القيام: ۴۴۴/۱،سعيد)

("واكتفى فيما بعد الأوليين بالفاتحة)فإنها سنة(وهومخيربين القراءة)الفاتحة(و تسبيح ثلاثًا)وسكوت قدرها (على المذهب).(درمختار)(الدرالمختار،كتاب الصلاة،بحث القيام: ۵۱۱/۱،سعيد)فقط والله سبحانه وتعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۷/۵-۵۴۸)

ہے، لیکن توضیح طلب امر یہ ہے کہ زیادہ کی کیا حد ہے؟ اگر کوئی مصلی قیام میں دس آیت تک قرأت کرے تو وہ قیام اور قرأت پورے کہ پورے فرض ہونگے یا نہیں؟ اسی طرح اگر کوئی رکوع وسجدہ میں دس دس بار تسبیح کہنے تک ٹھہرے تو وہ رکوع وسجدہ پورے کے پورے فرض ہوں گے یا نہیں؟ یا کچھ فرض کچھ واجب اور کچھ سنت ہوں گے؟

درمختار میں ارکان نماز کے ایک دوسرے کے فضائل میں بتایا گیا ہے کہ تمام ارکان نماز میں قیام افضل ہے؛ کیوں کہ اس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے اور جتنا قرآن کریم پڑھا جائے گا، وہ پورا کا پورا فرض ہوگا چاہے، پورا قرآن کریم پڑھے۔(۱)

فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں قربانی کے بیان میں بتایا گیا ہے:

ایک صاحب نصاب پر بیل یا اونٹ کا ساتواں حصہ فرض ہے؛ لیکن اگر وہ پورا بیل قربانی کی نیت سے خریدے تو قربانی کے پورے حصے اس کے لیے فرض ہو جائیں گے، جس طرح قرآن کریم کی قرأت کہ مصلی جتنا قرآن کریم پڑھے گا؛ سب فرض ہوگا، اگر چہ پورا قرآن کریم پڑھ لے۔(۲)

اسی طرح درمختار میں ہے: امام محمد نے فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ سے جب تک سر نہ اٹھایا جائے، سجدہ کی تکمیل نہ ہوگی، چاہے وہ کتنی ہی دیر مسجد میں رہے، جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے گا اس وقت سجدہ پورا ہوگا، اسی طرح رکوع بھی جب تک سر نہ اٹھایا جائے، مکمل نہیں ہوگا، امام محمد کے یہاں سر جھکانا رکوع میں اور ٹیکنا سجدہ میں یہ رکوع اور سجدہ کی شرطیں ہیں، اسی طرح سر کا اٹھانا بھی شرط ہے۔ درمختار میں اس قول کے تحت یہ بھی بتایا گیا کہ اگر کسی رکن میں حدث ہو جائے اور بے وضو ہو جائے تو اب وضو کر کے اگر وہ اس نماز کو پوری کرنا چاہے تو اسی رکن سے بنا کرے، اگر سجدہ میں حدث ہوئے تو سجدہ ہی سے بنا کرے؛ کیوں کہ اس نے بے وضو سجدہ سے سر اٹھایا تھا اس لیے سجدہ مکمل نہیں ہوا، چاہے وہ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہا ہو، ایسے ہی معلوم ہوا کہ ارکان میں کم کی حد تو ہے؛ لیکن زیادہ کی حد مصلی کا اپنے ارادے سے رکن ختم کرنا ہے۔(۳)

(۱) ولو قرأ القرآن كله فى الصلاة وقع فرضًا، ولو أطال الركوع والسجود فيها، وقع فرضًا ، آه. ومقتضاه أنه لو أطال القيام يقع فرضًا أيضًا، فينافى هذا التقدير، وقد يجاب بأن هذا قبل إيقائه، أما بعده فأكل فرض، كما أن القراءة قبل إيقائها نوعت إلٰى فرض وواجب وسنة وبعد يكون الكل فرضًا. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۴۴-۴۴۵، سعيد)

(۲) وصح اشتراک ستة فى بدنة شريت لأضحية: أى نوى وقت الشراء الاشتراک، صح استحساناً، وإلالا. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى: "أقول: قدمنا فى باب الهدى عن فتح القدير معزوًا إلى الأصل والمبسوط: إذا اشترى بدنة لمتعة مثلاً، ثم اشترک فيها ستة بعد ما أوجبها لنفسه خاصةً، لايسعه، لأنه لما أوجبها صار الكل واجبًا بعضها بإيجاب الشرع وبعضها بإيجابه، فإن فعل فعليه أن يتصدق بالثمن". (الدر المختار، كتاب الأضحية: ۳۱۷/۲، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، ترک جميع واجبات الصلاة ساهياً: ۱۰۹/۲. انيس)

(۳) "ثم يرفع رأسه مكبرًا، ويكفى فيه أدنى مايطلق عليه اسم الرفع، كما صححه فى المحيط، ==

ایسے شرائط کے ساتھ اگر مان ہی لیا جائے کہ قیام آیت تک ہی فرض ہے اور تین آیت کی حد تک واجب، باقی قرأت اور قیام سنت ہے تو ایک شخص نے پچیس آیت پڑھنے کا قصد کیا اور دس آیت کھڑے رہ کر پڑھنے کے بعد باقی پندرہ آیت بیٹھ کر پڑھی پھر اٹھ کر رکوع کیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر سنت قرار دیا جائے تو نماز ہو جائے گی جس میں سجدہ بھی ہیں۔ اس طرح ایک شخص کی نیت بیس آیت پڑھنے کی تھی اور وہ دس آیت پڑھنے کے بعد باقی آیت بھول گیا اور اس کے یاد آنے تک اتنی دیر تک توقف کیا کہ تاخیر رکن کی وجہ سے سجدہ عائد ہو جائے اس تاخیر کی وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ اور یہ تاخیر کون سی وجہ سے ہوگی یا کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قیام، قرأت، رکوع و سجود فرض ہیں، ان کی جتنی مقدار بھی ادا کی جائے، ادا ہو چکنے کے بعد سب کو فرض ہی کہا جائے گا، یہ تقسیم نہ ہوگی کہ ایک تسبیح یا تین تسبیح کے برابر رکن فرض ادا ہو، باقی واجب یا سنت یا نفل ہو، (۱) جس نماز میں قیام فرض ہے، اگر ادنی مقدار قیام فرض قیام کرنے کے بعد بقیہ طویل قرأت بحالت قعود کرے، پھر کھڑے ہو کر رکوع کرے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح مقدار فرض ادا کرنے کے بعد اگر بھول جائے اور تین تسبیح کے مقدار خاموش کھڑا رہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ مقدار فرض قرأت ادا کر لی تھی اب سہو تو غیر رکن میں ہوا۔ (۲)

"القراءة وإن قسمت إلٰى فرض وواجب وسنة، إلا أنه مهما أطال، يقع فرضًا، وكذا إذا طال الركوع والسجود علٰى ما هو قول الأكثر والأصح؛ لأن قوله تعالٰى: ﴿فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

== لتعلق الركنين بأدنى كسائر الأركان ... ثم السجدة الصلٰوتية تتم بالرفع عند محمد، وعليه الفتوى كالتلاوية اتفاقاً، مجمع". (الدر المختار)

وفي ردالمحتار: "(قوله: تتم بالرفع عند محمد) وعند أبي يوسف بالوضع، وثمرة الخلاف فيما لو أحدث وهو ساجد فذهب وتوضأ، يعيد السجدة عند محمد، لا عند أبي يوسف... ثم ظهر أن الرفع المذكور فرض مستقل عنده لا متمم للسجدة". (كتاب الصلاة، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها: ۵۰۵/۱، سعيد) (وكذا في مجمع الأنهر، فصل صفة الشروع في الصلاة: ۹۸. انيس)

(۱) كما أن القراءة قبل إيقاعها نوعت إلٰى فرض وواجب وسنة، وبعده يكون الكل فرضًا". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۴۵/۱، سعيد)

(۲) "وتأخير قيام إلى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن. وفيه: بحرف". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالٰى: "(قوله وتأخير قيام) أشار إلٰى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، بل لترك الواجب، وهو تعقيب التشهد للقيام بلا فصل ... آه. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۸۱/۲، سعيد)

لوجوب أحد الأمرين فمافوقها مطلقاً لصدق ماتيسرعلٰى كل فرض،فمهما قرأ يكون الفرض ومعنى الأقسام المذكورة أن جعل الفرض مقدار كذا واجب،وجعله دون ذلك مكروه،وجعله فوق ذلك إلٰى حد كذا سنة،لأنا إن اعتبرنا الواجب مابعد الآية الأولٰى منضمًا إليها انقلب الفرض واجبًا،وإن اعتبرناه منفردًا كان الواجب بعض الفاتحة وقالوا:الفاتحة واجب، وكذا الكلام فيما بعد الواجب إلٰى حد السنة.فليتأمل آه،كذا فى شرح المنية من باب سجود السهو،ونحوه فى الفتح وهوتحقيق دقيق فاغتنم".(ردالمحتار:١/ ٥٠٠)(١)

اگرابتدا میں بیس آیت قرأت کرنے کا ارادہ تھا تو محض اس ارادہ سے ان بیس آیات کا پڑھنا فرض نہیں ہوگیا، جتنی مقدار پڑھی اتنی مقدار فرض ہوئی، اب اگر دس آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ رکن قرأت ناتمام رہا بلکہ وہ تو پورا ہوگیا۔(۲) اب بھول کر خاموش کھڑے رہنے سے رکوع میں تاخیر ہوگی جو کہ موجب سہو ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند-۲۳/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند-۲۳/۱۰/۱۳۸۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۵۱-۵۵۲)☆

(١) ردالمحتار،كتاب الصلاة،فصل فى القراءة: ١/ ٥٣٦،سعيد/الحلبى الكبير،فصل فى سجود السهو: ٤٦١، سهيل أكيڈمى لاهور

(٢) "كما أن القراة قبل إيقاعها نوعت إلٰى فرض وواجب وسنة،وبعده يكون الكل فرضًا".(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ١/ ٤٤٥،سعيد)

"وقرأ المصلى لوإماماً أومنفردًا الفاتحة وقرأ بعدها وجوبًا سورةً أوثلاث آيات ولوكانت الآية،أوالآيتان تعدل ثلاث آيات قصار،انتفت كراهة التحريم،ذكره الحلبى،ولاتنتفى التنزيهية إلا بالمسنون".(تنويرالأبصارمع الدر المختار،كتاب الصلاة،فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها: ١/ ٤٩١-٤٩٢،سعيد)

"ومنها القراءة،وفرضها عند أبى حنيفة رحمه الله يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرةً،كذا فى المحيط، وفى الخلاصة:وهوالأصح،كذا فى التاتارخانية".(الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الأول فى فرائض الصلاة: ١/ ٦٩،رشيدية)

(٣) "وتأخيرقيام إلى الثالثة بزيادة على التشهد بقدرركن.وفيه:بحرف".(الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالٰى:"(قوله وتأخيرقيام)أشارإلٰى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم،بل لترك الواجب،وهوتعقيب التشهد للقيام بلافصل...آه".(ردالمحتار،كتاب الصلاة، باب السجود سهو: ٢/ ٨١،سعيد)

☆ تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کیلئے دوڑنے کا حکم:

سوال: نمازی حضرات وضو میں مشغول ہوں، اتنے میں تکبیر شروع ہوجائے، تو اس کے حصول کیلئے دوڑتے ہیں، تو اس طرح دوڑنا ضروری ہے؟

==

بلاعذر ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا:

سوال: جناب مفتی صاحب! نماز میں ایک پاؤں پر بلاعذر شرعی کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز میں دونوں پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے ،فقہاء کرام نے ایک پاؤں پر بلاعذر کھڑے ہونے کومکروہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ ایسی صورت میں سستی اورکاہلی ظاہری ہوتی ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى تحت قوله ومنها القيام:ويكره القيام علٰى أحد القدمين فى الصلاة بلاعذر .(رد المحتار،فرائض الصلاة: ٤٤٤/١)(١)(فتاویٰ حقانیہ:۸۰/۳)

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے دوران کھڑے ہوجانا:

سوال: نماز بیٹھ کر پڑھنے کے دوران ایک رکعت کے بعد طاقت محسوس کی تو اب کھڑے ہوجانا درست ہے یا نہیں؟اور بیٹھے ہوئے پڑھنے میں حرج تو نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جلدی کرے، دوڑے نہیں،میانہ روی اختیار کرے، دوڑ نا منع ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب تم اقامت سنوتو نماز کے لئے اطمینان اوروقار سے چلو،دوڑ ومت۔(بخاری،پ:۸۸/۳)

(عن أبى هريرة عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال:إذا سمعتم الإقامة فامشوا إلى الصلاة وعليكم بالسكينة والوقار ولاتسرعوا فماأدركتم فصلوا ومافاتكم فأتموا.(الصحيح للبخارى،باب لايسعى إلى الصلاة وليأت بالسكينة (ح:٦٣٦)/الصحيح لمسلم،باب استحباب إتيان الصلاة بوقار (ح:٦٠٢)انيس)

ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے قصد سے نکلنا نماز کے حکم میں ہے۔(مسلم)**(عن أبى هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:لايزال العبد فى صلاة ماكان فى مصلاه ينتظر الصلاة وتقول الملائكة:اللّٰهم اغفرله اللّٰهم اغفرله،حتى ينصرف أويحدث، الخ.(الصحيح لمسلم،باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة (ح:٦٤٩)/ مسند اسحاق بن راهويه،مايروى عن محمدبن قيس وغيره عن أبى هريرة (ح:٥٢٨)/مسند الإمام أحمد، مسند أبى هريرة (ح:٩٣٧٤)/مسند أبى يعلى الموصلى،شهر بن حوشب عن أبى هريرة (ح:٦٤٣٠)انيس)**

اسی بناپر مستحب ہے کہ اثنائے راہ میں حتی الامکان ایسی حرکت نہ کرے جو ہیئت صلوٰۃ کے منافی ہو۔(شرح مسلم نووی:۳۲۰/۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۱۸۸/۱)

(١) **وفى الهندية:ويكره القيام علٰى أحد القدمين من غيرعذروتجوزالصلاة وللعذرلايكره.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الرابع فى صفة الصلاة،الفصل الأول: ٦٩/١)ومثله فى الجوهرة النيره،باب صفة الصلاة: ٥٨/١)**

الجواب

نفلوں میں اس طرح کرنا بہتر ہے اور اگر فرض مجبور ہو کر بیٹھ کر پڑھ رہا تھا اور طاقت آ گئی تو کھڑا ہونا فرض ہے۔(۱) فقط
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔۱۲/۱۶/۱۳۸۷ھ۔
الجواب صحیح: بندہ محمد عاشق الٰہی بلندی شہری۔ واللہ سبحانہ اعلم (فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷/۱۸-الف) (فتاویٰ عثمانی: ۴۱۲/۱)

چلتی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ریل گاڑی میں سفر کرتا ہے اور نماز کا وقت ہوا اب یہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(المستفتی: گل محمد بلوچستان-۲۱/۷/۱۹۸۶ء)

الجواب

ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، اگر چہ چل رہی ہو اور قیام سے معذور ہو، البتہ استقبال قبلہ ضروری ہے۔(الفتاویٰ الهندية: ۱۵۲/۲)(۲) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۳۸/۲)

---

(۱) وفي مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۲۲۹/۱: ولو افتتحها قاعدًا للعجز يركع ويسجد فقدر على القيام بنى قائمًا عند الشيخين، الخ.

وإذا افتتح التطوع قاعداً وأدى بعضها قاعداً ثم بدأ له أن يقوم فقام وصلى بعضها قائماً أجزأه عندهم جميعاً أما عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله لا يشكل، لأن عندهما التحريمة المنعقدة للقعود منعقدة للقيام بدليل أن المريض إذا افتتح المكتوبة قاعداً ثم قدر على القيام جاز له أن يقوم ويصلي بقية الصلاة قائماً لهذا المعنى، أن التحريمة المنعقدة للقعود منعقدة للقيام وإنما يشكل على مذهب محمد رحمه الله لأن عنده التحريمة المنعقدة للقعود لا تكون منعقدة للقيام حتى أن المريض إذا قدر على القيام في وسط الصلاة فسدت صلاته عنده مع هذا قال: هنا تجوز صلاته. وفي المريض لاتجوز صلاته والفرق لمحمد وهو أن المريض ما كان قادراً على القيام وقت الشروع في الصلاة فما انعقدت تحريمته للقيام فأما هنا في صلاة التطوع كان قادراً على القيام فانعقدت تحريمته للقيام فلو أنه افتتح قاعداً فكلما جاء أوان الركوع قام وقرأ ما بقي من القراءة وركع جاز، وهكذا ينبغي أن يفعل إذا صلى التطوع قاعداً. (المحيط البرهاني، الفصل الحادي والثلاثون في صلاة المريض: ۱٤٤/۲. انيس)

(۲) قال في الهندية: ومن أراد أن يصلي في سفينة تطوعًا أو فريضةً فعليه أن يستقبل القبلة ولا يجوز له أن يصلي حيثما كان وجهه كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۶۳/۱-٦٤)

وفي منهاج السنن: وأما الصلاة في السيارات البرية من القطارات وغيرها فعند الوقوف حكمها كحكم الصلاة على الأرض وعند السير حكمها كحكم الصلاة في السفينة السائرة فمن صلى فيها قاعدًا بركوع وسجود أجزأت، و من صلى فيها بالإيماء للزحمة وضيق المحل فالظاهر من النظائر أن يعيد الصلاة، وأما الصلاة في الطيارات فلعل حكمها كحكم الصلاة في السفينة السائرة. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب الصلاة على الدابة حيث ماتوجهت به: ۲۳٤/۲)

ریل گاڑی میں بھی نماز کیلئے قیام فرض ہے:

سوال: ہم پشاور سے کراچی تک کا سفر ریل گاڑی سے کرتے ہیں، ریل گاڑی میں کثرت ازدہام کی وجہ سے کھڑے ہوکرنماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے،ایسی صورت میں ہم بیٹھ کرنماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

نماز میں قیام فرض ہے؛ بغیر شرعی عذر کے اس کا ترک کرنا درست نہیں،(۱) اس لئے پہلے تو اپنے ہمسفر لوگوں سے درخواست کر کے نماز کے لئے جگہ مانگی جائے، اگر وہ جگہ نہ دیں تو پھر بیٹھ کر نماز ادا کر لی جائے،مگر اس کا اعادہ لازم ہے،البتہ اگر سر چکرانے یا گر جانے کا خطرہ ہو تو پھر بلا اعادہ جائز ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء و الصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد إذا خرج ...، لأن طهارة التيمم تظهر في منع وجوب الإعادة،ثم قال: فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالىٰ لا تجب الإعادة و إن كان من قبل العبد وجب الإعادة. (البحر الرائق، باب التيمم: ۱/۱۴۹) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۷۹)

(۱) (وأركانها) أي أركان الصلاة (ستة) أشياء أيضاً (الأول: القيام) لقوله تعالىٰ: ﴿وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ (البقرة: ۲۳۸). (منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل في أركان الصلاة: ۱/۱۰۱)

وإن عجز عن القيام وقدر على القعود فإنه يصلي المكتوبة قاعداً بركوع وسجود ولايجزيه غير ذلك لأنه عجز عن نصف القيام وقدر على النصف فما قدر عليه لزمه وما عجز عنه سقط. وإن عجز عن الركوع والسجود وقدر على القعود فإنه يصلي قاعداً بإيماء ويجعل السجود أخفض من الركوع وإن عجز عن القعود صلى مستلقياً على ظهره وإن لم يقدر إلا مضطجعا استقبل القبلة وصلى مضطجعا يومىء إيماء. والأصل في هذا كله قوله تعالىٰ: ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾،الخ. (آل عمران: ۱۹۱) قال الضحاك في تفسيرها: هذا بيان حال المريض في أداء الصلاة بحسب الطاقة ... وقال عليه السلام لعمران بن حصين حين عاده وهو مريض: صل قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب تومىء إيماء. والمعنى في ذلك أن الطاعة بحسب الطاقة. (المحيط البرهاني،الفصل الحادي و الثلاثون في صلاة المريض: ۲/۱۴۱)

عن الضحاك قال: رأى ابن مسعود قوماً يدعون قياماً فنهاهم فقالوا: أليس قد قال عزوجل: ﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَماً وَّقُعُوداً وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ﴾؟ قال: إنما ذلك في الصلاة المكتوبة صلّ قائماً فإن لم تستطع فمضطجعاً وقالوا مثل ذلك الآية الأخرىٰ ﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَماً وَّقُعُوداً وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ﴾. (أحكام القرآن للطحاوي،تأويل قوله تعالىٰ: الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَماً وَّقُعُوداً وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ (ح: ۴۴۵): ۱/۲۳۱) مصنف ابن أبي شيبة،في الرجل يصلي ثم يقوم يدعو (ح: ۸۴۵۵)

عن جبلة بن سحيم قال: سمعت ابن عمر،يسأل أيصلي الرجل على العود وهو مريض فقال: لا آمركم أن تتخذوا من دون الله أوثاناً من استطاع أن يصلي قائماً فليصل قائماً فإن لم يستطع فجالساً فإن لم يستطع فمضطجعاً يومىء إيماء. (مصنف عبدالرزاق،باب صلاة المريض (ح: ۴۱۳۹) انيس)

ریل کے سفر میں نماز کا مسئلہ:

سوال: ریل میں بحالت روانگی نماز ہوتی ہے، یا نہیں، اور اکثر ریل میں قبلہ کی جانب منھ بھی نہیں کرسکتا اور نہ سجدہ ہوسکتا ہے، تو کیا کرے، پڑھے یا نہ پڑھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ریل جاری میں نماز نفل تو ہوتی ہے اور فرض میں اختلاف ہے، احتیاط اولیٰ ہے، چلتی میں نہ پڑھے، کھڑی ہوئی پر پڑھے اور جو سجدہ نہ کرسکے تو توقف کرے، چوکی پر جاکر نیچے اتر کر پڑھے۔ (۱)

(بدست خاص، سوال: ۱۲۶) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۳)

ٹرین میں ازدحام کی وجہ سے بیٹھ کر نماز:

سوال: سفر میں ٹرین پر بھیڑ کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر ٹرین میں رش اور ازدحام زیادہ ہو، کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو اور نماز کا وقت ختم ہوجانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کرلی جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ علم

محمد نعمت اللہ قاسمی۔ ۴/۳/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۶۷/۲) ☆

---

(۱) چلتی ریل گاڑی میں نماز کے جائز ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ شروع میں اختلافی تھا، لیکن اب اس پر تمام علما کا اتفاق ہے کہ چلتی ریل میں بلاتأمل نماز ہوجاتی ہے، فرض ہو یا نفل، جو کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہو، اس کا بیٹھ کر نماز پڑھنا یا استقبال قبلہ کے بغیر پڑھنا یا رکوع وسجود اشارہ سے کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر گاڑی تیز رفتار ہو اور نماز کے وقت میں رکنے والی نہ ہو اور کوئی بوڑھا یا بیمار ہو کہ صحیح طرح کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو، فرض نماز بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے اور بھیڑ کا عذر معتبر نہیں، اس صورت میں نماز مؤخر کرے یا قضا پڑھے، اس کو کچھ تفصیل اگلے نمبر پر آرہی ہے۔ (پالن پوری)

(۲) **(ومن تعذر علیه القیام) ... (صلی قاعدًا). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار: ۵٦٤/۲-۵٦۵)**

☆ **ریل گاڑی میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا:**

سوال: ریل گاڑی میں اگر بھیڑ ہو تو بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے، تاکہ قضا نہ ہو، پھر جگہ ملنے پر کھڑے ہوکر اعادہ کرلے۔ **(وفی الخلاصة وفتاویٰ قاضیخان وغیرهما: الأسیر فی ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة، یتیمم، ویصلی بالإیماء، ثم یعید إذا خرج ... کالمحبوس لأن طهارة التیمم لم تظهر فی منع وجوب الإعادة... فعلم منه أن العذر إن کان من قبل اللّٰه تعالیٰ لا تجب الإعادة وإن کان من قبل العبد وجبت الإعادة. (البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۲٤۸/۱، رشیدیة)** فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۵/۵)

موٹر میں وضو سے نماز ممکن نہ ہوتو جیسے ہو؛ اشارہ سے پڑھ لے، بعد میں اعادہ کرے:

سوال: سواری کے چلتے ہوئے اگر نماز کا وقت ہوجائے اور ڈرائیور موٹر نہ روکے اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہوتو نماز قضا کردے اور بعد اترنے کے قضا پڑھے، موٹر میں بیٹھ کر نہ پڑھے، نماز نہ ہوگی، یہ عذر نہیں چلتا، یہ زید نامی کہتا ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ ایک شخص موٹر سے اس وقت اترتا ہے کہ سورج ڈوبنے کو ہوتا ہے اور اس میں نماز پڑھنی ہوتی ہے اور پانی قریب بھی ہوتا ہے اور اسے معلوم بھی ہوتا ہے تو اگر پانی کی طرف جاتا ہے تو نماز قضا ہوتی ہے تو جیسا اب پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے تیمّم نہ کرے، نماز قضا کرے، پانی تک پہنچ کر وضو کر کے نماز قضا پڑھے، اب یہی نماز موٹر کا مسئلہ ہے۔

مثلاً: ایک عورت ہے نماز اس نے پڑھنی ہے ڈرائیور موٹر نہیں روکتا، اب وہ عورت مردوں میں کس طرح نماز پڑھے، قیام بھی نماز میں فرض ہے، موٹر میں قیام نہیں ہوسکتا، تو زید اس دلیل کا کیا جواب ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

بحر میں ہے کہ!

وفی الخلاصة وقاضی خان وغیرهما: الأسیر فی ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة یتیمم ویصلی بالإیماء ثم یعید (إلٰی قوله) **فعلم منه أن العذر إن کان من قبل اللّٰه تعالٰی لاتجب الإعادة وإن کان من قبل العبد وجبت الإعادة.** (البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱۴۹/۱)

روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں نماز کو قضا نہ کرنا چاہیے، البتہ ایسی صورت میں نماز اشارہ کے ساتھ ادا کرلینی چاہئے، دوبارہ بوقت فرصت اعادہ واجب ہوگا؛ کیونکہ اشارہ سے ادا کردہ نماز پر اکتفا صحیح نہیں اور یہی حکم ہے جب کہ مذکورہ وجہ کی بناء پر بیٹھ کر گاڑی یا موٹر میں نماز ادا کی گئی ہو، پس سائل کے کلام سے یہ؛ جو مترشح ہوتا ہے کہ موٹر میں اشارہ سے یا بیٹھ کر نماز نہ پڑھے، بعد میں قضا ضروری ہے (یہ غلط ہے)؛ بلکہ بعد از اترنے موٹر کے اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۴/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۸۵-۲۸۶)

سواری اور پیادہ پا کی حالت میں نماز کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سواری اور پیادہ پا جانے کے وقت نماز کا کیا حکم ہے اور اس آیت کا کیا مطالبہ ہوگا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْرُكْبَاناً﴾. (الآیة) ؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد امین۔ ۲/۴/۱۹۷۴ء)

الجواب

اعلم أن الراجل هو القائم على الرجلين سواء كان ماشيًا أو لا كما أن الراكب هو الواقف على المركب سواء كان ذاهبًا أو لا. لكن الفقهاء الكرام اتفقوا علٰى كون العمل الكثير مفسدًا كما صرحوا به والمشي المتتابع عمل كثير فيكون مفسدًا وهو مقتضى الاحتياط،فافهم نعم لو ورد مشاة أو ركبانًا لقدم النص على الأصل فتقديم المحتمل على الأصل خلاف الاحتياط،وكذا الراكب هو الساكن وإنما الماشي هو المركب فالتقابل أيضًا يقتضي الاحتياط.(۱)وهو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۴۳-۲۴۴)

بائیسکل،اسکوٹر،موٹرکار پرنماز کاحکم:

سوال: کتب فقہ میں صلاۃ علی الدابۃ کا جواز لکھا ہے کہ!"یتوجه المصلي إلٰى ما توجهت إليه راحلته، اور چلتے چلتے پیدل نماز درست نہیں ہے تو آیا سائیکل سوار کا حکم گھوڑسوار وغیرہ کا حکم ہے یا پیدل کا حکم ہے؟ نیز اسکوٹر اور موٹرکار کا کیا حکم ہے،ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بائیسکل کو دابہ پر قیاس کرتے ہوئے نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور اس پر قیاس،قیاس مع الفارق ہے،اسی طرح اسکوٹر سوار اور موٹرگاڑی کے ڈرائیور کے لئے بھی نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے،نہ ہی متوجهًا إلى القبلة اور نہ ہی حيث ما توجهت الدابة .(۲)فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان-۱۲/۲۶/ ۱۳۸۸ھ-

الجواب صحیح:بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،رئیس الافتا جامعہ خیر المدارس ملتان-(خیر الفتاویٰ:۲/۲۶۲)

(۱) قال العلامة ابن عابدين: فلايجوز على الدابة بلا عذر لعدم الحرج كما في البحر(قوله:راكباً)فلا تجوز صلاة الماشي بالإجماع.بحر عن المجتبٰى.(ردالمحتار هامش الدر المختار،مطلب في الصلاة على الدابة: ۱/۵۱٦)

(۲) (ولاتصح صلاة الماشي) ولا السابع وهو يسبح،كما في المضمرات،سواء كان بعذر أم لا،فرضاً كانت الصلاة أم لا، (قوله لاختلاف المكان) ولأن كلا من المشي والسباحة مناف للصلاة وأداء الأركان مع المنافي لايصح والله سبحانه وتعالٰى أعلم وأستغفر الله العظيم.(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،فصل في صلاة النفل جالساً،الخ : ۱/٤۰۷)

والتقييد بالدابة ينفي جواز صلاة الماشي وهو بالإجماع كما في البحر عن المجتبى.(درر الحكام شرح غرر الحكام ، التنفل قاعداً مع القدرة على القيام : ۱/۱۱۸)/البحر الرائق،التنفل راكباً: ۲/۷۰/ردالمحتار،باب الوتر والنوافل: ۲/۳۸،دار الفكر.انيس)

بیٹھ کرنماز کی شرطیں کیا ہیں:

سوال: بیٹھ کرنماز پڑھنے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

الجواب

نوافل میں بیٹھ کرنماز پڑھنے کی بلاعذر بھی اجازت ہےاورفرائض وواجبات میں بلاعذر اجازت نہیں اورسنن مؤکدہ کوبھی بلاعذر بیٹھ کرنہ پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۵۹-۱۶۰)

پانی جہاز میں بیٹھ کرنماز پڑھنے کاحکم:

سوال: (پانی کے) جہاز میں بغیرلرزش کے بیٹھ کرنماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

چلتے ہوئے جہاز میں بلاعذر بیٹھ کرفرض نماز پڑھنا بموجب قول راجح جائزنہیں ہے۔

درمختار میں ہے:

"(صلى الفرض في فلك)جارٍ (قاعدًا بلا عذرصح) لغلبة العجز (وأساء)وقالا: لايصح إلا بعذروهو الأظهر،برهان.(۲)

پس صاحبین کاقول جوراجح ہےاس کے بموجب عدم جواز کاحکم ہے،اورامام صاحب کاقول جوازصلوٰۃ غلبۂ عجز پر مرتب ہے۔لیکن اس زمانہ میں کہ دخانی جہاز چلتے ہیں ان میں یہ علت متحقق نہیں،لہذا بالاتفاق بلاعذر بیٹھ کرنماز پڑھنا جائزنہ ہوا۔فقط

حررہ خلیل احمد عفی عنہ۔(فتاویٰ مظاہرعلوم:۱/۹۷)

(۱) (ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدًا)لا مضطجعًا إلا بعذر.(الدر المختار)

(قوله ويتنفل،الخ)أي في غيرسنة الفجرفي الأصح كما قدمه المصنف،بخلاف سنة التراويح لأنها دونها في التأكد،فتصح قاعدًا وإن خالف المتوارث،الخ.(ردالمحتار،باب الوتروالنوافل،قبل مطلب في الصلاة على الدابة: ۶۵۲/۱،ظفير)

(ويتطوع قاعداً بغيرعذر)لأن باب النفل أوسع ثم قيل:يقعد متربعاً،والصحيح أن يقعد كما في التشهد،لأنه عهد مشروعاً في الصلاة (إلا سنة الفجر)لأنها في قوة الواجب فلاتجوز قاعداً إلا من عذر.(منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل في السنن الرواتب وغيرها: ۱۴۸/۱.انيس)

(۲) الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة المريض،مطلب في الصلاة في السفينة: ۵۱۱/۱-۵۱۲، محمد خالد غفرله.

کیا اس شخص کیلئے بیٹھ کر نماز جائز ہے جو چلتا پھرتا ہے:

سوال: جو شخص چل پھر کر اچھی طرح ضرورت پوری کر سکے اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نماز فرض پڑھنا درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۴/۲)

معذور کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: نماز پڑھنے میں کھڑا ہونا دشوار ہے، درد سے بالکل مجبور ہے اور سالوں سے بیٹھ ہی کر نماز ادا کرتا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایسے معذور شخص کے لئے کھڑا ہونا ضروری نہیں، وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۸۷/۲)

بدون عذر فرض، وتر اور سنتِ فجر بیٹھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی:

سوال: یہاں پر عورتوں کا دستور ہے کہ جب نماز پڑھتی ہیں، تو پہلے کھڑی ہو کر ایک رکعت چاہے فرض ہو یا سنت، پڑھتی ہیں، باقی نماز بیٹھ کے پڑھتی ہیں، اور یوں کہتی ہیں کہ ہمارے واسطے یوں ہی حکم ہے، اور حالانکہ تندرست ہیں اور کوئی تکلیف نہیں۔ آپ فرماویں کہ یہ نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) (ومنها القيام)الخ (فى فرض)وملحق به كنذر وسنة فجر فى الأصح (لقادر عليه)وعلى السجود،فلو قدر عليه دون السجود ندب إيماء ه قاعدًا،وكذا من يسيل جرحه لو سجد.(الدر المختار)

(قوله لقادر عليه)فلو عجز عنه حقيقةً وهو ظاهر أو حكمًا كما لو حصل له به ألم شديد أو خاف زيادة المرض الخ فإنه يسقط.(رد المحتار،باب صفة الصلاة،بحث القيام: ۱/٤١٥،ظفير)

عن عمران بن حصين قال: كان بى الناصور،فسألت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: صلِّ قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب.(سنن أبى داؤد،باب فى صلاة القاعد (ح:۹۲۸)انيس)

(۲) بیٹھ کر پڑھنے میں اگر ٹیک لگانے کی ضرورت ہو تو ایسا بھی کر سکتا ہے۔

(من تعذر عليه القيام)أى كله (لمرض)حقيقى وحده أن يلحقه بالقيام ضرر،به يفتى (قبلها أو فيها) أى الفريضة (أو)حكمى بأن (خاف زيادته،أو بطء برئه بقيامه،أو دوران رأسه أو وجد لقيامة ألمًا شديدًا)أو كان لو صلى قائمًا سلس بوله، أو تعذر عليه الصوم كما مر(صلى قاعدًا) ولو مستندًا إلى وسادة أو إنسان فإنه يلزمه ذلك على المختار.(الدر المختار على صدر رد المحتار،باب صلاة المريض: ٥٦٤/٢-٥٦٦.[مجاهد])

الجواب

فرض، وتر اور سنت فجر میں بدون عذر بیٹھنا جائز نہیں، نماز درست نہ ہوگی اور بقیہ سننِ مؤکدہ میں بلا عذر قعود مکروہ ہے، (شامی:۱/۷۰۶۔۷۰۸۔۷۴۰) کھڑا ہوکر پڑھنا ضروری ہے اور مرد عورت کا ایک ہی حکم ہے اور نفل میں ایسا کرنا جائز ہے کہ ایک رکعت کھڑی ہوکر پڑھی جائے باقی بیٹھ کر، **وھو الأصح**، اور اس میں بھی مرد عورت برابر ہیں، مگر یہ صورت صاحبین کے نزدیک نوافل میں بھی جائز نہیں، ہاں یہ جائز ہے کہ نوافل کو اول سے اخیر تک بیٹھ کر پڑھے۔ (شامی:۱/۷۲۹) نیز نوافل میں یہ بھی اتفاقاً جائز ہے کہ دو رکعت قیاماً پڑھے اور دو رکعت جالساً، **لأن كل شفعة منها صلاة علاحدة.** (شامی:ص مذکور) اسی طرح شروع میں بیٹھ کر پڑھنا پھر کھڑا ہونا بالاتفاق جائز ہے۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ ۶ /ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام:۲/۹۹)☆

گاڑی اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم:

(۱) سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس بارے میں کہ آج کل حرم شریف میں اور دیگر مساجد میں دیکھا جا رہا ہے کہ بہت سے نمازی جن کے گھٹنوں یا قدموں میں درد یا کسی قسم کی تکلیف ہے وہ کرسی یا گاڑی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں گاڑی میں چلے آتے ہیں اور گاڑی ہی کو صف میں لگا دیا جاتا ہے اسی پر اشارے سے نماز پڑھ لیتے ہیں کرسی پر نماز پڑھنے والے بعض تو اپنے سامنے کوئی ٹیبل رکھ لیتے ہیں اس پر سجدہ کر لیتے ہیں، ان سب صورتوں کا کیا حکم ہے ؟ کیا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوتے ہوئے اس طرح گاڑی یا کرسی پر بیٹھ کر نماز ہو جاتی ہے؟ اگر بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آلتی پالتی مار کر دائیں بائیں ٹانگیں نکال کر رکوع سجدہ کر سکتے ہیں دلائل فقہیہ کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

(سائل: احقر خالد)

☆ **چار پائی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا:**

سوال: کیا چار پائی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، بغیر کسی مجبوری کے؟

الجواب

بغیر معذوری کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (چار پائی وغیرہ پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا درست ہے۔ قلت: أرأيت الرجل يصلي على الطنفسة أو على الحصير أو على البوري أو على المسح أو على المصلي يسجد على ثوبه أو لبده فيسجد عليه يتقي بذلك حر الأرض وبردها؟ قال: صلاته تامة. (الأصل للشيباني، باب الدعاء في الصلاة: ۱/۱۷۸۔۱۷۹. انیس) (فتاویٰ احیاء العلوم:۱/۳۲۲)

(۱) نوٹ: ”درج ذیل فتویٰ اگرچہ ہمارے دار الافتاء سے جاری شدہ نہیں ہے، بلکہ دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی سے جاری شدہ ہے؛ مگر بینات میں ”مسائل واحکام“ کے زیر عنوان چھپنے کی وجہ سے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے، اور یہ گویا دار الافتاء بنوری ٹاؤن کی تصدیق کے ساتھ شائع ہے؛ اس لئے یہ بھی دار الافتاء کے فتاویٰ کی فہرست میں شامل کیا گیا“۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ باسمه تعالیٰ

گھٹنوں یا قدموں میں معمولی تکلیف کی وجہ سے فرض نماز میں قیام کو ترک کر دینا اور بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، ہاں اگر تکلیف اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آدمی کھڑے ہوتے ہی گر جاتا ہے یا مرض کے بڑھ جانے یا شفایابی میں دیر لگ جانے کا ظن غالب ہو یا نا قابل برداشت تکلیف پہنچتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے ہی کھڑے ہونے کی طاقت ہو تب بھی اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے، اگر چہ دیوار یا لاٹھی وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگانی پڑے اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اگر قیام پر قدرت ہو، مگر رکوع وسجدہ پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا اور اشارے کے ساتھ سجدہ کرنا جائز ہے، تاہم اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر ہے، اسی طرح اگر رکوع وسجدہ کرنے کی طاقت ہو تو بیٹھ کر اشارے کے ساتھ رکوع وسجدہ کرنا جائز نہیں، بلکہ رکوع وسجدہ کرنا فرض ہے اس کے بغیر نماز نہ ہوگی۔ ہاں! اگر رکوع سجدہ کرنے کی بالکل طاقت نہ ہو تو اشارے کے ذریعہ سے رکوع سجدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ پست ہونا چاہئے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں مریض کی لئے بنائی گئی گاڑی میں نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ رکوع وسجدہ پر بھی قدرت نہ ہو اگر قیام پر تو قدرت نہیں مگر رکوع سجدہ پر قدرت ہے تو رکوع سجدہ کرنا فرض ہے، ایسی صورت میں اگر مذکورہ گاڑی میں سامنے ٹیبل وغیرہ رکھ کر سجدہ ادا ہوسکتا ہے تو اس میں نماز جائز ہے، ورنہ نہیں۔

عذر کی حالت میں آلتی پالتی مار کر یا جیسے آسانی ہو نماز پڑھنا جائز ہے، رکوع وسجدہ پر قدرت کی حالت میں بہر حال ورکوع وسجدہ کرنا پڑے گا۔

فی الدرالمختار: (من تعذرعليه القيام)أى كله (لمرض) حقيقى وحده أن يلحقله بالقيام ضرربه يفتٰى.

قال ابن عابدين ناقلاً عن البحر: أراد بالتعذر التعذر الحقيقى،بحيث لوقام سقط.

(أو)حكمى بأن(خاف زيادته أوبطء برئه بقيامه أودوران رأسه أووجد لقيامه ألمًا شديدًا)...

(صلى قاعدًا)... (كيف شاء)على المذهب؛لأن المرض أسقط عنه الأركان فالهيئات أولٰى،...

(بركوع وسجود وإن قدرعلٰى بعض القيام)ولومتكئًا علٰى عصا أوحائط(قام)لزومًا بقدرما يقدر

ولوقدر آية أوتكبير ة علـى الـمـذهب؛لأن البعض معتبر بالكل(وإن تعذرا)ليس تعذرهما شرطاً تعذر السجود كافٍ(لا القيام أومأ)بالهمز(قاعدًا)وهو أفضل من الإيماء لقربه من الأرض.(۱)

کتبہ: محمد طاہر مسعود

جواب صحیح ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جب قیام پر قدرت نہ ہوتو زمین پر بیٹھ کر بھی نماز جائز ہے اور گاڑی پر بیٹھ کر بھی؛ لیکن دونوں صورتوں میں اگر سجدے پر قدرت ہوتو سجدہ کرنا ضروری ہوگا، خواہ زمین پر کرے، یا گاڑی کے سامنے کوئی تختہ، یا میز رکھ کر، جب اس طرح سجدے پر قدرت نہ ہو، تب اشارہ جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی۔ ۱۶/۴/۱۴۱۳ھ۔ بینات۔ رجب ۱۴۱۳ھ۔ (فتاویٰ بینات: ۳۸۸/۲-۳۹۰)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کا حکم:

سوال: زید نفل نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے، جب کہ نماز میں قیام بھی فرائض میں شامل ہے، اس صورت میں زید کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

قیام غیر معذور شخص کے لئے فرض نمازوں میں ضروری ہے، نفل میں نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری۔ ۲۰/۱۱/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۵۱/۲-۴۵۲)

☆☆☆

(۱) تنوير الأبصار مع الدر المختار ورد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۹۵/۲-۹۸. ط: ایچ ایم سعید

(۲) (ومنها القيام)...(في فرض)وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصح(لقادر عليه).(الدر المختار علىٰ صدر الرد، بحث القيام: ۱۳۱/۲-۱۳۲)

ويجوز أن يتنفل القادر على القيام قاعدًا بلا كراهة في الأصح، كذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك.(الفتاوى الهندية، باب النوافل: ۱۱٤/۱)

(ويجوز أن يتنفل القادر على القيام قاعداً)بلا كراهة في الأصح، اختلفوا في كيفية القعود في غير حالة التشهد، عن أبي حنيفة أنه يقعد كيف شاء؛لأنه لما جاز له ترك أصل القيام فترك صفة القعود أولىٰ جوازاً، وعن محمد أنه يتربع؛لأنه أعدل، وعن أبي يوسف أنه يحتبي؛لأن عامة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم في آخر عمره كانت بالإحتباء، وعن زفر أنه يقعد كما يقعد في التشهد؛وهذا هو المختار، لأنه عهد مشروع في الصلاة.(شرح مجمع البحرين لابن ملك، كتاب الصلاة، فصل في السنن الرواتب وإدارك الفريضة وفي النوافل وأحكامها والنذر: ۱٤۷، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

فرض قرأت-احکام ومسائل

نماز میں قرأت فرض ہے، جس کو قرأت نہ آئے، اس کے لئے کیا حکم ہے:

مسئلہ: قرأت مطلق [نماز میں مطلق قرأت فرض ہے]،(۱) مگر معذور کو تا حصول قرأت، قدر فرض تسبیح وتہلیل چاہئے،(۲) سو آپ نے؟ اگر چہ اس مصلی کو قرآن آتا تھا، مگر تعمیم فوائد کے واسطے مسئلہ معذور عن القراءۃ کا بھی فرمادیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بوجہ صیغہ خطاب کے، خود مخاطب کو ہی قرآن قدر فرض کے یاد نہ تھا، یا عربی تھا یا عجمی تھا، اس سے کچھ غرض نہیں؛ بلکہ وہ عربی تھے اور قرآن بھی کچھ یاد تھا اور یہ بیان بطور تعمیم فائدہ بیان مسئلہ واقع کے ہے اور بس۔ فقط والسلام

(مجموعہ کلاں، ص: ۲۴۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۸)

(۱) ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾. (سورۃ المزمل: ۲۰)

وأدنى مايجزى من القراءة في الصلاة آية عندأبي حنيفة رحمه الله وقالا: ثلاث آيات قصار أو آية طويلة لأنه لايسمى قارئاً بدونه فأشبه قراءة مادون الآية وله قوله تعالىٰ ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾. (سورة المزمل: ۲۰) من غير فصل إلا أن مادون الآية خارج والآية ليست في معناه. (الهداية شرح البداية، كتاب الصلاة: ۱/۵۵)

(وأدنى مايجزى من القراءة في الصلاة ما يتناوله اسم القرآن) ولودون الآية (عند أبي حنيفة) واختاره المصنف ورجحها في البدائع وفي ظاهر الرواية آية تامة طويلة كانت أوقصيرة واختارها المحبوبي والنسفي وصدر الشريعة كذا في التصحيح (وقال أبويوسف ومحمد: لايجزى أقل من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة) قال في الجوهرة: وقولهما في القراءة احتياط والاحتياط في العبادات أمر حسن، آه. (اللباب في شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۱/۷۷. انيس)

(۲) عن عبد الله بن أبي أوفىٰ قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني لا استطيع أن آخذ من القرآن شيئاً فعلمني مايجزئني منه؟ قال: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، قال: يارسول الله! هذا لله عزوجل فمالي؟ قال: قل اللهم ارحمني وارزقني وعافني واهدني، فلما قام قال: هكذا بيده فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أما هذا فقد ملأ يده من الخير. (سنن أبي داؤد، باب مايجزىء الأمي والأعجمي من القراءة (ح: ۸۳۲)/صحيح ابن حبان، ذكر الخبر المدحض قول من أمر لمن لم يحسن القراءة (ح: ۱۸۱۰)/المعجم الأوسط، من اسمه اسحاق (ح: ۳۰۲۵)/شرح السنة، باب صفة الصلاة (ح: ۵۵۳) انيس)

جس کو کوئی سورت یاد نہ ہو وہ نماز کیسے پڑھے:

سوال: اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو تو کیا کرے؟ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یوں تحریر فرمایا ہے، سبحان اللّٰہ یا الحمد اللّٰہ بجائے قرأت کے پڑھ لے اور جلد سے جلد اس پر قرآن مجید سیکھنا اور یاد کرنا فرض ہے، قرأت فرض کی مقدار یاد کر لینا فرض اور واجب کی مقدار واجب ہے اور نہ سیکھنے میں سخت گنہگار ہوگا، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ صحیح ہے۔(۱)

قال فی الهندية: وفی المبسوط: والوبری والأخرس والأمی الذی لايحسن شيئًا يصير شارعًا بالنيّة ولايلزمه التحريک باللسان، کذا فی التبيين. (الفتاویٰ الهندية: ۶۹/۱)(۲)

نومسلم پر اس طرح پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ واجب نہیں، البتہ اگر کوئی مسلمان ایسی غفلت میں رہا اور اب توبہ کی توفیق ہوئی تو بطریق مذکور فوراً نماز شروع کردے، مگر بقدر ضرورت قرآن یاد کر لینے کے بعد ان نمازوں کو لوٹائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۷۹/۳)

نفل کی سب رکعتوں اور فرضوں کی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے، اس کا کیا سبب ہے:

سوال: نفل کی نماز میں سب رکعتوں میں سورت پڑھنا فرض ہے اور فرض نماز میں فقط دو رکعت میں سورت پڑھنا فرض ہے، اس کا کیا سبب ہے؟

الجواب ــــــــــــ

فرضیتِ قرأت آیۃ ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ (۳) سے ثابت ہے اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت

(۱) وفی المضمرات شرح القدوری: اعلم أن حفظ قدرمايجوزبه الصلاة من القرآن فرض عين علی المسلمين لقوله تعالیٰ: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾. (سورةالمزمل: ۲۰) وحفظ جميع القرآن فرض کفاية وحفظ فاتحة الکتاب وسورة واجبة علی کل مسلم. (البحر الرائق، آداب الصلاة: ۳۵۹/۱ / وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلاة، فرع: ۲۳۱/۱. انیس)

(۲) وفی المبسوط: ولو نوی الأخرس والأمی الذی لايحسن شيئاً يکون شارعاً بالنية ولايلزمه التحريک باللسان. (تبيين الحقائق، فصل الشروع فی الصلاة وبيان إحرامها: ۱۰۹/۱. انیس)

(۳) سورة المزمل: ۲۰. (چار رکعت والی فرض نماز میں صرف دو رکعت میں قرأت قرآن فرض ہے، البتہ سنت کی تمام رکعتوں میں قرأت قرآن فرض ہے اور یہ ایک آیت ہے۔ انیس)

میں فرض نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ سے روایات عدم وجوب قرینہ ہیں کہ یہ امر رکعت ثالثہ ورابعہ کی بابت وجوب کے لئے نہیں۔ کما فی البحر الرائق: ۵۶/۲:

وإنما لم تكن القراءة في الأخريين واجبة في الفرض كما هو الصحيح من المذهب مع وجود الأمر المذكور المقتضي للوجوب موجود صارف له عنه وهو قول الصحابة علىٰ خلافه كما رواه ابن أبي شيبة عن علي وابن مسعود. قال: اقرأ في الأوليين وسبح في الأخريين، لكن ذكر المحقق في فتح القدير أنه لا يصلح صارفًا إلا إذا لم يرد عن غيرهما من الصحابة خلاف و إلا فاختلافهم في الوجوب لا يصرف دليل الوجوب عنه فالأحوط رواية الحسن رحمه الله بالوجوب في الأخريين، انتهى.

وقد يقال إن مقتضاه لزوم قراءة ما تيسر في الأخريين وجوبًا لا تعيين الفاتحة كما هو رواية الحسن فليس موافقًا لكل من الروايتين، آه.(۱)

قلت: مقتضى الأمر الوارد في الآية وجوب قراءة ما تيسر في الصلاة مطلقًا ولا تعرض له بالركعة ولا الركعتين ولا الأوليين ولا الأخريين وإنما قلنا بفرضية القراءة في الركعتين من الفرض لقيام الإجماع عليه ولا إجماع في الأخريين وأما تعيين الأوليين للقراءة فواجب لا فرض بدليل قضاءها في الأخريين إذا تركها في الأوليين ودليل الوجوب في ذلك مواظبة النبي صلى الله عليه وسلم علىٰ ذلك من غير ترك والله تعالىٰ أعلم

۲۶/ذیقعدۃ ۱۳۴۳ھ۔(امدادالاحکام: ۱۹۱/۲-۱۹۲)

قرأت فرض کی مقدار کیا ہے:

سوال: نماز میں قرأت فرض ہے، سو کس قدر فرض ہے؟

الجواب

مطلق قرأت بقدر ایک آیت کے فرض ہے۔

كما في الشامي: أي قراءة آية من القرآن وهي فرض عملي.(۲)

اور الحمد شریف اور اس کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے اور مقدار چھوٹی سورۃ سے جیسا کہ "اِنَّـآ اَعْـطَيْـنٰكَ الْكَوْثَرَ" تین آیتیں ہیں، واجب ادا ہو جائے گا۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۶/۲)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الصلاة، القراءة في ركعات النفل والتر: ۶۰/۲. انيس

(۲) رد المحتار، باب صفة الصلاة، مبحث القراءة: ۴۱۵/۱، ظفير

(۳) و تجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأوليين. (الفتاى الهندية: ۶۶/۱، ظفير)/الفصل الثاني في واجبات الصلاة/وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱۹۷/۱. انيس)

قرأت فرض کی مقدار:

سوال: قرأت فرض کا اولیٰ درجہ جس کے سوا نماز صحیح نہیں ہوتی کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

بعض نے اٹھارہ حروف کا قول نقل کیا ہے، مگر احتیاط اس میں ہے کہ تیس حروف ہوں۔

قال العلاء:(وفرض القراء ة اٰية علـى الـمذهـب)هي لغةً:العلامة،وعرفًا:طائفة من القراٰن مترجـمة،أقـلّهـا ستة أحـرف ولـو تـقـديرًا،كلَمْ يَلِدْ،إلا إذاكان كلمة فالأصحّ عدم الصحة وإن كرّرها مرارًا، الخ.

ولوقرأ اٰية طويلة فى الركعتين فالأصح الصحة اتفاقاً لأنه يزيد علٰى ثلاث اٰيات قصار،قاله الحلبى.

قال فى الشامية:(قوله فالأصح عدم الصحة)كذا فى المنية،وهوشامل لمثل.مُدْهَآمَّتَانِ.ومثل: صٓ.و.قٓ.و.نٓ.،لٰكن ذكرفى الحلية والبحرأنّ الذى مشى عليه الإسبيجابى فى الجامع الصغير وشرح الطحاوى وصاحب البدائع الجوازفى.مُدْهَآمتان.عنده من غيرحكاية خلاف.

(قوله لأنّه يزيد علٰى ثلاث اٰيات) تعليل للمذهبين؛لأنّ نصف الاٰية الطويلة إذاكان يزيد علٰى ثلاث اٰيات قصاريصحّ علٰى قولهما فعلٰى قول أبى حنيفة المكتفى بالاٰية أولٰى ح.قال فى البحر: وعلـم مـن تعليلهم أن كون المقروء فى كلّ ركعة النصف ليس بشرط بل أن يكون البعض يبلغ ما يعد بقرأته قارئًا عرفًا،آه.

وأيضًا فيها:لـكـن التعليل الأخيرربّما يفيد اعتبارالعدد فى الكلمات أوالحروف... كقوله تـعالٰى:﴿ ثُمَّ عَبَسَ وَبَصَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴾ (١)وقـدرها من حيث الكلمات عشر. (٢)ومن حيث الحروف ثلاثون.(رد المحتار: ٥٠٢/١)(٣)

وفـي واجبـات الـصـلاة من الشرح: (وضم)أقصر(سورة)كالكوثرأوما قام مقامها،وهوثلاث اٰيات قصار،نحو﴿ثُمَّ نَظَرَ.ثُمَّ عَبَسَ وَبصَرَ.ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾وكذا لوكانت الاٰية أوالاٰيتان تعدل ثلاثًا قصارًا،ذكره الحلبى.

---

(١) سورة المدثر:٢٣۔ انيس

(٢) دس کلمات ضروری نہیں، صرف تیس حروف کافی ہیں۔

كما فى الشامية فى بيان كراهة إطالة الركعة الثانية على الأولٰى:فالمعتبرعدد الحروف لا الكلمات.منه

(٣) كتاب الصلاة، فصـل كيـفية الـصلاة، فصل و يجهرالإمام ، قبيل مطلب فى الفرق بين فرض العين وفرض الكفاية: ٥٣٨/١،دارالفكربيروت.انيس

وفی الشامیة:(قوله تعدل ثلاثًا قصارًا)أی مثل.ثُمَّ نَظَرَ.الخ وهی ثلاثون حرفًا،فلوقرأ اٰية طويلة قدرثلاثين حرفًا يكون قد أتى بقدرثلاث آيات،لكن سيأتی فی فصل يجهرالإمام أن فرض القراء ة اٰية وأنّ الأية عرفًا طائفة من القرآن مترجمة أقلّها ستة أحرف ولوتقديرًا كَلَمْ يَلِدْ إلَّا إذا كانت كلمة فالأصح عدم الصحّة آه.ومقتضاه أنّه لوقرأ اٰية طويلة قدرثمانية عشرحرفًا يكون قد أتى بقدرثلاث اٰيات.

وقد يقال:إن المشروع ثلاث آيات متوالية على النظم القراٰنی مثل.ثم نظر.الخ ولايوجد ثلاث متوالية أقصرمنها الخ.(رد المحتار،مطلب واجبات الصلاة: ٤٢٧/١)(١)

وقال الرافعی:المتبادرمن قوله ثلاثاً قصارًا الاكتفاء بقدرالثلاث من الاٰية أوالاٰيتين وإن لم تكن الثلاث علٰى ترتيب النظم القراٰنی واشتراط ذٰلک لاتدل عليه عبارة الحلبی إذ قوله تعدل ثلاث اٰيات قصارشامل لما إذاكانت على الوجه المشروع بأن تكون متوالية أو لا وإثباته لابدّ له من دليل فمع عدم وجوده يعمل بإطلاق عبارة الحلبی من الاكتفاء بالاٰية التی بلغت ثمانية عشر حرفًا لإقامة واجب القراء ة.(التحريرالمختار: ٥٧/١)(٢) فقط واللّٰہ تعالٰى أعلم

۲۵/شعبان ۱۳۷۴ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/۷۰-۷۱)

سورۂ فاتحہ سے فرض قرأت ادا ہوجاتی ہے:

سوال: سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنے سے قرأت فرض ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

فرض قرأت سورۂ فاتحہ کے پڑھنے سے ادا ہوگئی۔(۳)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۲۴۷)

جوشخص نماز نہ سیکھے وہ نماز کس طرح پڑھے:

سوال: جوشخص نماز نہ سیکھے، وہ کیا کرے؟

(١) ردالمحتار،كتاب الصلاة،واجبات الصلاة: ٤٥٨/١،دارالفكربيروت.انيس

(٢) التحريرالمختار،مطلب واجبات الصلاة.

(٣) (وفرض القراء ة آية على المذهب) هی لغة:العلامة ، وعرفًا: طائفة من القرآن مترجمة،أقلها ستة أحرف ولو تقديرًا،كلم يلد.(الدرالمختار)

(قوله على المذهب)أی الذی هوظاهرالرواية عن الإمام.(رد المحتار،فصل فی القراء ة: ٥٠١/١، ظفير)(كتاب الصلاة،فصل كيفية الصلاة،فصل ويجهرالإمام،قبيل مطلب فی الفرق بين فرض العين وفرض الكفاية،انيس)

واضح رہے کہ سورت ملانا واجب ہے،اس کے سہواترک کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔انیس

الجواب ــــــــــــــــــ

قرأت سیکھنے کی کوشش کرتا رہے اور افعال صلوٰۃ ادا کرتا رہے اور چاہئے کہ امام کے پیچھے جماعت میں شریک ہوکر نماز ادا کرے، جب قرأت وغیرہ سیکھے، اس وقت نماز با قاعدہ پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۰۹)

گونگا نماز کیسے پڑھے:

سوال: گونگا اور بہرا جو کہ مادرزاد بہرا ہے، نہ بات کرسکتا ہے نہ سن سکتا ہے، وہ کس طرح نماز پڑھے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

گونگا تکبیر تحریمہ اور قرأت کے لیے زبان ہلائے، بعض نے اس کو فرض قرار دیا ہے، مگر راجح یہ ہے کہ زبان ہلانا فرض نہیں، مستحب ہے۔

قال فی الدر المختار: (ولا یلزم العاجز عن النطق) کأخرس وأمّی (تحریک لسانه) وکذا فی حق القراءة هو الصحیح لتعذر الواجب، فلا یلزم غیره إلا بدلیل فتکفی النیّة (إلٰی قوله) ثم فی الأشباه فی قاعدة التابع تابع فالمفتیٰ به لزومه فی تکبیرة وتلبیة لا قراءة.

وفی الشامیة: (قوله ثم فی الأشباه) أقول: عبارة الأشباه علٰی ما رأیته فی عدة نسخ: وممّا خرج أی عن القاعدة الأخرس یلزمه تحریک اللسان فی تکبیرة الافتتاح والتلبیة علی القول به، وأما بالقراءة فلا علی المختار اهـ وفی بعض النسخ علی المفتی به بدل قوله علی القول به: والأولٰی أحسن، لموافقتها لما ذکره صاحب الأشباه فی بحره عند قوله فرضها التحریمة، حیث نقل تصحیح عدم الوجوب فی التحریمة، وجزم به فی المحیط، ولکن یحتاج إلی الفرق بین التحریمة والتلبیة، فإنّه نص محمّد علٰی أنه شرط فی التلبیة، وقال فی المحیط: یستحب کما فی الصلاة، کذا فی شرح لباب المناسک، ثم قال قلت: فینبغی أن لا یلزمه فی الحج بالأولٰی؛ لأن القراءة فرض قطعیّ والتلبیة أمرظنی. (رد المحتار: ۱/۴۵۰)(۲) **فقط واللّٰه تعالٰی أعلم**

۸/ شوال ۱۳۹۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۳/۲۹) ☆

---

(۱) وذکر التمرتاشي: یجب أن لایترک الأمي اجتهاده آناء لیله ونهاره لیتعلم قدرما تجوز به الصلاة فإن قصر لم یعذر عند اللّٰه تعالٰی. (غنیة المستملی: ۴۸۴) / کذا فی البنایة، إمامة الأمی: ۲/۳۷۴، دار الکتب العلمیة. انیس)

(ولا یلزم العاجز عن النطق) کأخرس وأمی (تحریک لسانه) وکذا فی حق القراءة هو الصحیح لتعذر الواجب، فلا یلزم غیره إلا بدلیل فتکفی النیة، لکن ینبغی أن یشترط فیها القیام، الخ. (الدر المختار، باب صفة الصلاة، فصل کیفیة الصلاة، مطلب فی حدیث الأذان جزم: ۱/۷۴، ظفیر)

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل کیفیة الصلاة، مطلب فی حدیث الأذان جزم: ۱/۴۸۱-۴۸۲، انیس ==

==☆ گونگے اور قرأت:

سوال: جو لوگ گونگے ہوتے ہیں، وہ لوگ بہرے بھی ہوتے ہیں، ان کو نماز کے اذکار اور قرآن کی سورتیں کس طرح سکھائی جائیں، اور وہ کس طور پر نماز ادا کریں؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

اگر تحریر کے ذریعہ ان کو سکھانا ممکن ہو، تو اس ذریعہ کو استعمال کیا جاسکتا ہے، غالبًا ایسے لوگوں کی تربیت کے لئے مستقل ادارے بھی ہیں، جہاں تک نماز کی بات ہے، تو چونکہ یہ قرأت سے عاجز ہیں، اس لئے ان کی نماز بغیر قرأت قرآن کے ہی درست ہوجائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی طاقت وصلاحیت کے مطابق ہی مکلّف بنایا ہے۔ (﴿لاَ یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَهَا﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۸۶۔ مرتب) / "...وإن عجز عن ذلک کله ترکه، الخ ... فإن عجز عن القراءۃ یومی إیماء بغیر قراءۃ" (الفتاوی الهندیة: ۱/۱۳۷۔ ۱۳۸، الفصل الرابع عشر فی صلاۃ المریض) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۹۷۔۱۹۸)

گونگے کی نماز:

سوال: مادرزاد گونگا بہرہ آدمی جس نے کبھی نہ کوئی بات کان سے سنی، نہ زبان سے بولی وہ نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا شخص جب کہ قرأت پر قادر نہیں، تو وہ قراءۃ اس پر فرض نہیں، باقی جن ارکان: قیام وقعود وغیرہ پر قادر ہے، ان کو سب لوگوں کی طرح ادا کرتا رہے۔ اگر اس کو اتنی سمجھ ہے کہ نماز فرض ہے اور پھر نماز کو بقدر طاقت ادا نہ کرے گا، تو گنہگار ہوگا۔

"(من فرائضها) ... (التحریمة) قائمًا (وهی شرط) فی غیر جنازۃ علی القادر به یفتٰی". (الدر المختار)

قال الشامی: "أما الأمی و الأخرس لو افتتحا بالنیة جاز؛ لأنهما أتیا بأقصی ما فی وسعهما". (رد المحتار: ۱/ ۴۶۰) (کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱/ ۴۴۲، سعید/ البحر الرائق عن المحیط، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱/ ۵۰۸، رشیدیة) / "وقالوا: یکتفی من الأخرس والأمی بالنیة، ولا یلزمهما تحریک اللسان هو الصحیح؛ لأن الواجب حرکة بلفظ مخصوص، فإذا تعذر نفس الواجب، لایحکم بوجوب غیرہ إلا بدلیل". (النهر الفائق، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱/ ۱۹۵، مکتبة إمدادیة، ملتان)

"(ولا یلزم العاجز عن النطق) کأخرس وأمی (تحریک لسانه) کذا فی القرءۃ هو الصحیح".
(در، ص: ۲۰۵) (الدر المختار علٰی صدر الرد، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان تألیف الصلاۃ إلی انتهائها: ۱/ ۴۸۱، سعید) / "وفی شرح منیة المصلی: ولا یجب علیهما تحریک اللسان عندنا، وهو الصحیح". (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱/ ۵۰۸، رشیدیة)

"هی فرض عین علٰی کل مکلف". (التنویر)

"ثم المکلف هو المسلم البالغ العاقل ولو أنثی أو عبدًا". (ردالمحتار: ۳۶۳) (ردالمحتار مع تنویر الأبصار، کتاب الصلاۃ: ۱/ ۳۵۱۔ ۳۵۲، سعید) فقط واللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ شعبان/ ۱۳۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ سعید احمد غفرلہ۔ ۶/ شعبان/ ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۵۵۳۔ ۵۵۴)

نماز میں قرأت زبان سے ضروری ہے:

سوال: اگر نماز میں قرأت دل ہی میں پڑھی زبان سے نہیں پڑھی، تو نماز ہوئی یا نہیں، اور اسی طرح اگر علاوہ نماز کے قرآن شریف دل ہی دل میں پڑھا، تو ثواب قرآن پڑھنے کا ہوا، یا نہیں؟

الجواب

نماز میں قرآن زبان سے پڑھنا فرض ہے، دل سے کفایت نہیں اور خارج نماز کے بھی تفکر کا ثواب تو ہوگا؛ مگر قرأت کا ثواب جب ہی ہوگا کہ زبان سے پڑھے۔(۱) فقط

(بدست خاص، سوال:۱۲۱، جواب:۱۲۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۸) ☆

(۱) زبان سے پڑھنا تصحیح حروف کا درجہ ہے، یعنی زبان حرکت کرے مخارج پر لگے اور حروف کی ادائیگی ہو، چاہے اپنا پڑھنا خود بھی نہ سنے، یہ زبان سے پڑھنا ہے اور اگر اپنا پڑھنا خود سنے تو یہ سراً پڑھنے کا اعلیٰ درجہ ہے، بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ان کے ہونٹ بالکل نہیں ہلتے ، یہ دل میں پڑھنا ہے ان کی نماز نہیں ہوتی۔ (پالن پوری)

☆ **دل میں قرأت ادا کرنا:**

سوال: قرأت نماز میں بجائے زبان کے دل سے پڑھ لے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور درود شریف یا قرآن یا وظیفہ دل سے پڑھے، تو ثواب زبانی حاصل ہوگا یا نہیں؟

الجواب

اگر زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا نہ آہستہ نہ پکار کر تو نہ فرضِ قرأت ادا ہوا، نہ سنت، نہ تسبیحات۔(درمختار میں ہے)(تفصیل کے لیے دیکھئے: **الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، فصل فی القراء ة: ۱/۵۳۵، دار الفکر بیروت.**)/و **کذا فی الفتاویٰ الخیریة لنفع البریة، کتاب الصلاة: ۱/۱۲-۱۳، بولاق مصر. انیس**)(تالیفات رشیدیہ:۲۷۱)

نماز میں دل ہی دل میں قرأت:

سوال: میں نے اپنے دوست کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ ان کے ہونٹ قرأت قرآن کے درمیان ہلتے نہیں ہیں، استفسار کرنے پر انہوں نے کہا کہ میں آہستہ آہستہ پڑھتا ہوں، تو کیا اس طرح ہونٹ ہلے بغیر نماز ادا ہو جائے گی؟ اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، کیا ان کی نماز درست ہوگی؟ (خان فیروز خان، پھولانگ)

الجواب

نماز میں اس طرح قرآن کریم کو پڑھنا کافی نہیں کہ ہونٹ میں حرکت بھی نہ ہو، بعض فقہا کے نزدیک کم سے کم ضروری یہ ہے کہ حروف بن جائیں، اور زبان وہونٹ کی حرکت کے بغیر حروف نہیں بن سکتے اور اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ایسا قرآن پڑھے کہ وہ خود یا اس کے قریب کا ایک دو آدمی سن سکے اور یہی صحیح ومعتبر رائے ہے۔

"أن أدنى المخافتة إسماع نفسه أو من بقربه من رجل أو رجلين مثلا، وأعلاها تصحيح الحروف". (**رد المحتار: ۲/۵۳۵، ط: بیروت)(فصل: ویجهر الإمام، مطلب فی الکلام علی الجهر والمخافتة. انیس**)

اس لئے آپ اپنے دوست کو صحیح طریقہ پر قرأت قرآن کی تلقین کریں، ہونٹ کی حرکت کے بغیر تلاوت کافی نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۲/۲۰۳)

نماز میں قرأت حکایۃً ہے:

سوال: نماز میں قرآن مجید حکایۃً پڑھا جاتا ہے یا کہ انشاءً ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ ومنه الصدق والصّواب

نماز میں قرآن مجید حکایۃً پڑھا جاتا ہے، بدلائل ذیل:

(۱) قرآن کریم کا وہ حصہ جس میں قصص واخبار ہیں اگر نماز میں پڑھے گا تو نماز ہوجائے گی، حالانکہ اس میں انشاء کا امکان ہی نہیں۔

(۲) قرآن کریم کے ایسے جمل انشائیہ جن کا مخاطب اس وقت موجود نہیں، مثلاً :"یا مریم، یا یحییٰ، یوسف، یآ اَیُّهَا النَبِیُّ، یآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" وغیرہ پڑھنے سے نماز ہوجائے گی، حالانکہ یہ انشاءات محض حکایۃً پڑھے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اگر کوئی شخص نماز میں صیغ خطاب بجائے حکایت کے بہ نیت تخاطب کہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ كما سيأتي.

(۳) قرآن کے جمل دعائیہ یا تسبیح وتہلیل یا تسمیہ یا سورۂ فاتحہ کو اگر حکایۃً نہ پڑھا؛ بلکہ انشاء دعا یا تسبیح وتہلیل کی نیت سے پڑھا، تو یہ جمل قرآنیت سے نکل جائیں گے۔ اسی لئے جنب وحائضہ کو اس قصد سے پڑھنے کی اجازت ہے حالانکہ تلاوت کی نیت سے صرف تسمیہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں، **كما في الشامية.** اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز بہر کیف حکایۃً ہی پڑھا جاتا ہے۔

(۴) **قال في التنوير في بيان ما يحرم بالحدث الأكبر: وتلاوة قراٰن بقصده.**

وفي الشرح: حتى لو قصد بالفاتحة الثناء في الجنازة لم يكره إلا إذا قرأ المصلّي قاصدًا الثناء فإنها تجزيه لأنها في محلها فلا يتغير حكمها بقصده. (الدر المختار)

وفي الحاشية: (قوله حتى لو قصد الخ) تفريع على مضمون ما قبله من أن القراٰن يخرج عن القراٰنية بقصد غيره (قوله: فلا يتغير حكمها) وهو سقوط واجب القراءة بها. (رد المحتار)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں اگر سورۂ فاتحہ انشاءً پڑھی، تو بھی اس کی نیت معتبر نہیں، غرضیکہ قرآن مجید کے جمل خبریہ واکثر جمل ندائیہ میں تو انشاء کا احتمال ہی نہیں، اور جن جمل ندائیہ میں انشاء نداء وخطاب کا احتمال ہے ان کو بہ بقصد انشاء پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ **كما سيأتي.** باقی دعا، ثنا، تسبیح وغیرہ کے جملوں میں اگر چہ انشا کا احتمال ہے، مگر بقصد انشائیہ جمل قرآنیت سے نکل جاتے ہیں۔ كما مرّ.

(۵) **قال في شرح التنوير: (وكذا) يفسدها (كل ما قصد به الجواب) كأن قيل أ مع الله إلٰه؟ فقال:**

(۱) كتاب الطهارة، سنن الغسل، مطلب يطلق الدعاء على مايشتمل الثناء: ۱۷۳/۱، دار الفكر، انيس

لاَ إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰهُ،أوما مالک؟فقال:اَلْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ،أومن أين جئت؟فقال:وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ،(أوالخطاب،كـ)قوله لمن اسمه يحيٰى أوموسٰى (يَايَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ) أو"وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَامُوْسٰى"(مخاطبًا لمن اسمه ذٰلک)أولمن بالباب"وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِناً".(الدرالمختار)

وفي الشامية: (قوله: أوالخطاب،الخ)هذا مفسد بالاتفاق،وهوممّا أورد نقضًا علٰى أصل أبي يوسف فإنه قراٰن لم يوضع خطابًا لمن خاطبه المصلّي وقد أخرجه بقصد الخطاب عن كونه قراٰنا وجعله من كلام الناس.(رد المحتار)(۱)

البتہ حدیث"إذا قال العبد:الحمد لله رب العالمين،قال الله تعالٰى:حمدني عبدي،الخ"(۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت انشا بھی ملحوظ ہے، بالکلیہ متروک نہیں۔

حقیقت صلوٰۃ پر غور کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیوں کہ نماز شان جلالی کا مظہر ہے، بارگاہ الٰہی میں انسان حمد وثنا پیش کرنے کے بعد صراط مستقیم پر ثابت رہنے کی توفیق طلب کرنے کے لیے درخواست پیش کرتا ہے، اسی لیے امام کی قرأت مقتدین کے لیے کافی ہے، کیوں کہ درخواست پیش کرنے والا ایک ہی شخص ساری جماعت کی طرف سے نمائندہ ہوتا ہے اور سلام وآدابِ دربار ہر شخص پر لازم ہوتے ہیں، غرضیکہ صلوٰۃ میں قرآن مجید حکایۃً پڑھا جاتا ہے، مگر سورۂ فاتحہ میں انشاء بھی ملحوظ ہے، اصل مقصد اس میں بھی تلاوت قرآن ہی ہے۔

لقوله تعالٰى:﴿فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾(۳)

البتہ قرأت کو اس لحاظ سے انشاء کہا جا سکتا ہے کہ قاری اپنی طرف سے انشاء قرأت کرتا ہے، قرأت غیر کی حکایت نہیں کرتا۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم

غرہ ربیع الآخر ۱۳۷۴ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۶-۴۸)

---

(۱) كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة،مطلب المواضع التي لايجب فيها رد السلام: ۱/۶۲۱،دارالفكر.انيس

(۲) عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:من صلى صلاة لم يقرأ فيهابأم القرآن فهي خداع هي خداع هي خداع غير تمام،قال،قلت:ياأباهريرة إني أحياناً أكون وراء الإمام،قال:فغمزذراعي ثم قال: اقرأبهافي نفسك يافارسي،فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:قال الله تبارك وتعالٰى:قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين،فنصفها لي ونصفها لعبدي ولعبدي ماسأل،قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرء وا يقول العبد:﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾،يقول الله تبارك وتعالٰى:حمدني عبدي،ويقول العبد:﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾،يقول الله: أثنى علىّ عبدي،ويقول العبد:﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾،يقول الله:مجدني عبدي،يقول العبد:﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾،فهذه الأية بيني وبين عبدي ولعبدي ماسأل،يقول العبد:﴿اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ﴾،فهؤلاء لعبدي ولعبدي ماسأل.(موطأالإمام مالك،باب القراءة خلف الإمام فيمالا يجهرفيه (ح:۳۹)ت:عبدالباقي.انيس)

(۳) سورة المزمل: ۲۰.انيس

رکوع-احکام ومسائل

کوزہ پشت رکوع کیسے کرے:

سوال: ایک آدمی کبڑا ہے اور کبڑے پن کی وجہ سے ہر وقت ایسے رہتا ہے؛ جیسے رکوع میں ہو تو جب یہ نماز پڑھے تو رکوع کیسے کرے؟

الجواب

اگر پہلے ہی اتنا جھکا ہو جتنا رکوع میں جھکتے ہیں تو ایسا شخص سر کے اشارے سے رکوع کرے، یعنی رکوع کے لئے سر کو نیچے جھکالے۔

"والأحدب إذا بلغت حدوبته الركوع يشير برأسه للركوع، آه، كذا فى الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۳٦)(۱) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان - ۳/ ٦/ ۱۴۰۸ھ - (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۲۴٦)

(۱) الفصل الأول فى فرائض الصلاة: ۱/ ۷۰. بولاق مصر. انيس

رکوع بھی ارکان نماز میں سے ہے، معذور کے لیے رکوع کا اشارہ ہی رکوع کے قائم مقام ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْدًا وَعَلَى جُنُوْبِهِمْ﴾(سورة آل عمران: ۱۹۱)

عن ابن المبارك قال: سمعت إبراهيم بن طهمان وتلا قول الله عزوجل ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْدًا وَعَلَى جُنُوْبِهِمْ﴾(سورة آل عمران: ۱۹۱) فقال: حدثني المكتب عن عبدالله بن بريدة عن عمران بن حصين أنه كان به البواسير، فأمره النبى صلى الله عليه وسلم أن يصلى على جنب. (المستدرك للحاكم، ومن سورة آل عمران (ح: ۳۱۷۲)

عن على رضى الله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يصلى المريض قائماً إن استطاع فإن لم يتسطع صلى قاعداً فإن لم يستطع أن يسجد أومأ وجعل سجوده أخفض من ركوعه فإن لم يستطع أن يصلى قاعداً صلى على جنبه الأيمن مستقبل القبلة فإن لم يستطع أن يصلى على جنبه الأيمن صلى مستقلياً رجله مما يلى القبلة. (سنن البيهقى الكبرىٰ، باب ماروى فى كيفية الصلاة على الجنب، الخ (ح: ۳٦۷۸)

عن جبلة بن سحيم قال: سمعت ابن عمر يسأل أيصلى الرجل على العود وهو مريض فقال: لا آمركم أن تتخذوا من دون الله أوثاناً، من استطاع أن يصلى قائماً فليصل قائماً فإن لم يستطع فجالساً فإن لم يستطع فمضطجعا يؤمى إيماءً. (مصنف عبدالرزاق، باب صلاة المريض (ح: ۴۱۳۹)

فإن عجز عن الركوع والسجود يصلى قاعدًا ويجعل السجود أخفض من الركوع فإن عجز عن القعود يستلقى ويؤمى إيماءً لأن السقوط لمكان العذر فيتقدر بقدر العذر. (بدائع الصنائع، فصل فى أركان الصلاة: ۱/ ۱۰۵-۱۰٦-انيس)

بہرے مقتدی کی نماز:

سوال: ایک شخص بہرا ہے اور بینائی بھی کم ہے، جب وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو کبھی امام کی آواز سنائی نہ دینے کی وجہ سے سجدہ چھوٹ جاتا ہے تو آیا ان کو ایسی حالت میں امام کے ساتھ نماز پڑھنا افضل اور بہتر یا تنہا؟ اور اگر رکوع یا سجدہ چھوٹ جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر رکوع یا سجدہ بالکل چھوٹ گیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی، (۱) اگر امام کے ساتھ نہیں ہوا؛ بلکہ اس کے بعد ادا کرلیا تو نماز ہوگئی۔ (۲) پاس والے کے رکوع سجدہ سے احساس کر کے رکوع سجدہ کرلیا کرے، جماعت کی فضیلت ایسی معذوری کی حالت میں بھی وہ حاصل کرتا ہے، تو بڑے اجر کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔ ۷/۱۱/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۵۴)

تکبیر اولیٰ کے پانے سے مراد کیا ہے:

سوال: حدیث پاک میں آتا ہے کہ چالیس دن تکبیر اولیٰ کی پابندی پر دو پروانے ملتے ہیں، بعض شراح نے یہ قید لگائی ہے کہ امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی جائے تو تکبیر اولیٰ میں شریک ہونا شمار ہوگا، کذا فی فضائل اعمال۔ ''زید'' اس کے چھوٹنے کے اندیشہ پر سنن قبل الظہر کو نماز ظہر کے بعد ادا کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ نیز عندالجمہور تکبیر اولیٰ کب تک شمار ہوگی؟ (محمد محسن علی مظاہری)

---

(۱) ''بقي من المفسدات:...وترك ركن بلا قضاء، و شرط بلا عذر''. (الدر المختار)

''(قوله وترك ركن بلا قضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها، وإطلاق القضاء علىٰ ذلك مجاز''. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قبيل مطلب مسائل زلة القاري: ۱/۶۲۹-۶۳۰، سعيد)

وكذا في النهر الفائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۲۷٤، دار الكتب العلمية. انيس

(۲) ''(...واللاحق من فاتته) الركعات (كلها أو بعضها) لكن (بعد اقتدائه) بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث وصلاة خوف ومقيم ائتم بمسافر، وكذا بلاعذرٍ، بأن سبق إمامه في ركوع وسجود فإنه يقضي ركعةً، وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ولا سهوولا يتغير فرضه بنية إقامة، ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه، وإلا تابعه، ثم صلى مانام فيه بلا قراءة، ثم ما سبق به بها إن كان مسبوقًا أيضًا، ولوعكس صح وأثم لترك الترتيب''. (تنوير الأبصار مع الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۱/۵۹٤-۵۹٦، سعيد)

وإن ركع بعد الإمام وسجد بعده جازت صلاته. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، فصل الشروع في الصلاة وبيان إحرامها: ۱/۱۹۹، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق القاهرة. انيس)

الجواب

تکبیر اولیٰ کے پانے سے کیا مراد ہے؟ اس میں شارحین حدیث کی رائیں مختلف ہیں، احناف کے یہاں ترجیح اس کو ہے کہ رکوع پانے والا بھی تکبیر اولیٰ کو پانے والا سمجھا جائے گا، (۱) مولانا بنّوری نے معارف السنن میں اس موضوع پر ایک گونہ تفصیل سے بحث کی ہے۔ (۲) البتہ یہ ضرور ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت قریب آ گیا ہو اور سنت میں مشغول ہونے کی وجہ سے پہلی رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو سنتِ ظہر کو مؤخر کر دینا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" **إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوٰة إلاَّ المكتوبة** ". (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۶۸-۱۶۹)

تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہوتا ہے:

سوال: کسے اگر در رکوع رکعت اولیٰ بجماعت شریک باشد، و را ثواب تکبیر اولیٰ حاصل شود یا نہ؟ و ثواب تکبیر اولیٰ تا کدام وقت از رکعت اولیٰ باقی ماند؟ (۴)

الجواب ــــــــ حامداً و مصلياً

بر قول صحیح حاصل شود ہر کہ رکعت اولیٰ نہ یافت، ثواب تکبیر تحریمہ نہ یافت، و دریں مسئلہ اقوال دیگر نیز ذکر کردہ شدہ، قول صحیح ہمیں است کہ تحریر نمودیم۔ (۵) (كذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۱٤۹) (۶) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ صحیح: عبد اللطیف ۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۷۹-۵۸۰) ☆

(۱) عند أبي حنيفة واجد الركعة الأولىٰ واجد، أي فضل التحريمة ممتدًا إلى الركوع. (العرف الشذي على الترمذي: ۱/۶۲) باب ماء جاء في فضل التكبيرة الأولىٰ: ۱/۲٤۸، دار إحياء التراث الإسلامي بيروت. انيس)

رکوع کا پانے والا نماز کو پانے والا ہوتا ہے تو پہلی رکعت کے رکوع کا پانے والا تحریمہ کی فضیلت کو پانے والا ہوگا۔

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف أنه قال: دخل زيد بن ثابت المسجد فوجد الناس ركوعاً فركع ثم دب حتى وصل الصف. (موطأ الإمام مالک، ت: عبد الباقي، باب مايفعل من جاء والإمام راكع (ح: ٦٤)

عن زيد بن وهب قال: خرجت مع عبدالله من داره إلى المسجد فلما توسطنا المسجد ركع الإمام فكبر عبدالله ثم ركع وركعت معه ثم مشينا راكعين حتى انتهينا إلى الصف حتى رفع القوم رؤوسهم قال: فلما قضى الإمام الصلاة قمت أنا وأنا أرى لم أدرک فأخذ بيدي عبدالله فأجلسني وقال: إنک قد أدركت. (مصنف ابن أبي شيبة، في الرجل يدخل والقوم ركوع فيركع قيل أن يرفع، الخ (ح: ٢٦٢٢) انيس)

(۲) دیکھئے: معارف السنن: ۲/۳۴۶۔

(۳) الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ۷۱۰، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن/ جامع الترمذي، رقم الحديث: ٤٢١. محشي

(۴) ترجمۂ سوال: کوئی شخص اگر پہلی رکعت کے رکوع میں جماعت میں شریک ہوا، اس کو تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟ ==

تکبیر اولیٰ میں شرکت کی حد:

سوال: جماعت میں تکبیر تحریمہ میں شرکت کی جو فضیلت ہے، وہ کس وقت تک ہے، اگر کوئی رکعت اولیٰ کے رکوع میں مل گیا، تو اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس میں مختلف اقوال ہیں، ادراک فاتحہ کا قول راجح ہے۔

قال في الشامية: وفي التاترخانية عن المنتقي: ...وقيل بالشروع قبل قراءة ثلاث آيات لو كان المقتدي حاضرًا، وقيل سبع لو غائبًا، وقيل بإدراك الركعة الأولىٰ، وهذا أوسع وهو الصحيح، اهـ، وقيل بإدراك الفاتحة وهو المختار، خلاصة. (رد المحتار: ۳۹۱/۱)(۱)

قلت: لفظ المختار آكد من لفظ الصحيح لأن الاختيار يستلزم التصحيح والتصحيح لايستلزم الاختيار. فقط والله تعالىٰ أعلم

۲۹/شعبان ۱۴۰۰ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۲۰/۳)

== اور تکبیر اولیٰ کا ثواب پہلی رکعت کے کس وقت تک باقی رہتا ہے؟

(۵) ترجمۂ جواب: صحیح قول کے مطابق حاصل ہو جائے گا جسے پہلی رکعت نہیں ملی اس کو تکبیر تحریمہ کا ثواب بھی نہیں ملا، اس مسئلہ میں دوسرے اقوال بھی ذکر کئے گئے ہیں، مگر قول صحیح یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

(۶) **"وقيل إلى الركعة الأولىٰ، وهو الصحيح، كما في المضمرات". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها: ۲۵۸، قديمي)**

"وقيل: بإدراك الركعة الأولىٰ، وهذا أوسع، وهو الصحيح" آه. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، مطلب في وقت إدراك فضيلة الافتتاح: ۵۲۶/۱، سعيد)

☆ تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک ہے:

سوال: تکبیر تحریمہ میں شامل ہونے کی حد کیا ہے؟ پہلی رکعت کے رکوع سے پہلے پہلے آکر شامل ہو جائے، تو تکبیر تحریمہ کی فضیلت ملے گی یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــ حامداً و مصلياً

مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے۔ تکبیر اولیٰ میں شامل ہونے کی حد میں اختلاف ہے، مگر صحیح قول یہی ہے کہ جس نے پہلی رکعت پالی، اس کو تکبیر اولیٰ کی بھی فضیلت حاصل ہوگئی۔

"أما فضيلة تكبيرة الافتتاح، فتكلموا في وقت إدراكها، والصحيح: من أدرك الركعة الأولىٰ، فقد أدرك فضيلة التكبيرة الأولىٰ، كذا في الحصر في باب أبي يوسف". (الفتاوىٰ الهندية، طبع كانپور: ۳۵/۱)(كتاب الصلاة، باب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة: ۶۹/۱، رشيدية) فقط والله تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۰/۵-۵۸۱)

حاشیہ صفحہ هذا:

(۱) **كتاب الصلاة، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، مطلب في وقت إدراك فضيلة الافتتاح، انيس**

امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت کا حکم:

سوال: جماعت کے اندر کوئی شخص رکوع میں آ کر ملا تو امام کے اٹھنے سے قبل کتنی مرتبہ تسبیح پڑھ لینے سے اس کی وہ رکعت پوری ہو جائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

امام کے ساتھ رکوع میں جب آدمی شریک ہو گیا تو اس کی رکعت پوری ہو گئی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۲۸/۱۱/۱۳۶۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۲۸)

رکوع پانے سے رکعت پانے کی دلیل:

سوال: اگر کوئی شخص رکوع میں شاملِ نماز ہو، تو عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ اس نے رکعت پالی، لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ رکوع پانا اس رکعت کا پانا نہیں ہے، کیا اس سلسلہ میں حدیث سے کوئی روشنی ملتی ہے؟

(عبدالماجد نظامی، ٹولی چوکی)

الجواب ـــــــــــــــــــ

امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

"من أدرک الرکعة فقد أدرک السجدة".

اس میں اہل علم کے نزدیک رکعت سے رکوع مراد ہے اور سجدہ سے رکعت نماز، کیونکہ دوسری احادیث میں بھی سجدہ بمعنی رکعت استعمال ہوا ہے، اب معنی یہ ہوئے کہ جس نے رکوع پایا اس نے رکعت پالی، اور آگے یہ فقرہ ہے کہ "جس سے سورۂ فاتحہ فوت ہو گئی، وہ خیر کثیر سے محروم ہوا"۔

"ومن فاتته قرأته بأم القرآن فقد فاته خير كثير".(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص حالت قیام میں شریک نماز نہ ہو سکے، تو گویا بڑی محرومی کی بات ہے، لیکن بہرحال رکوع پالینے کی وجہ سے، وہ اس رکعت کو پانے والا متصور ہوگا۔

(۱) "عن ابن عمر أنه قال:"إذا أدركت الإمام راكعًا فركعت معه قبل أن يرفع رأسه فقد أدركت الركعة وإن رفع رأسه قبل أن تركع فقد فاتتك تلك الركعة". (تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة: ۱/۱۸۵)

عن ميمون قال: إذا دخلت المسجد والقوم ركوع فكبرت قبل أن يرفعوا رؤوسهم فقد أدركت الركعة. (مصنف ابن أبي شيبة، من قال: إذا أدركت الإمام وهو ركوع، الخ (ح: ۲۵۲۳) انیس)

ایک لحہ بھی امام کو رکوع میں پالینے سے رکوع پانے والا سمجھا جائے گا، خواہ ایک تسبیح پڑھنے کی مقدار بھی یہ کیفیت نہ رہی ہو۔انیس

(۲) موطأ الإمام مالک: ۱/٤۱. (ت: عبدالباقي، باب من أدرک رکعة من الصلاة (ح: ۱۸) انیس)

مشہور فقیہ امام طحاویؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من أدرک الرکوع فقد أدرک الرکعة".(۱)

''جب تم نماز میں آ ؤ اور ہم لوگ سجدہ کی حالت میں ہوں، تو تم بھی سجدہ میں شریک ہو جاؤ، اور اسے کچھ شمار نہ کرو، اور جس نے رکوع کو پالیا، اس نے رکعت پالی''۔(۲)

اس لئے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رکوع کو پالے وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۱۷۹-۱۸۰) ☆

(۱)　طحاوی:۱/۲٤۸۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: من أدرک الصلاة رکعة فقد أدرک الصلاة. (شرح معانی الآثار، باب بيان مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله عليه وسلم فيمن أدرک من الصلاة أنه قد أدرک الصلاة وفضلها (ح:۲۳۲۰): ٦/۹۲)

عن طارق قال: کنا مع ابن مسعود رضی الله عنه جلوساً فجاء آذنه فقال: قدقامت الصلاة فقام وقمنا فدخل المسجد فرأى الناس رکوعاً في مقدم المسجد فکبر فرکع ومشی وفعلنا مثل ما فعل. (شرح معانی الآثار، باب من صلی خلف الصف وحده (ح:۲۳۲۳)

اسحاق بن راهويه قال: إذا قرأ في ثلاث رکعات إماماً أو منفرداً فصلاته جائزة بما اجتمع الناس عليه أن من أدرک الرکوع أدرک الرکعة. (التمهيد لما فی الموطأ من المعانی والأسانيد، الحديث الثانی: ۲۰/۱۹۸) انیس)

(۲)　دیکھئے: الجامع للإمام الترمذی، رقم الحديث: ۵۹۱، باب ما ذکر فی الرجل الذی يدرک الإمام وهو ساجد کيف يصنع؟ محشی

عن معاذ بن جبل قال: قال النبی صلی الله عليه وسلم: إذا أتی أحدکم الصلاة والإمام علی حال فليصنع کما يصنع الإمام. (رواه الترمذی وکذا رواه الشاشی فی المسند، عبدالرحمن بن أبی ليلی عنه (ح: ۱۳۵۹) / والطبرانی فی الکبير، عمرو بن مرة عن عبدالرحمن بن أبی ليلی (ح:۲٦۷)

قال الترمذی: هذا حديث غريب، لانعلم أحداً أسنده إلا من هذا الوجه، والعمل علی هذا عند أهل العلم، قالوا: إذا جاء الرجل والإمام ساجد فليسجد ولاتجزيه تلک الرکعة إذا فاته الرکوع مع الإمام واختار عبدالله بن المبارک أن يسجد مع الإمام وذکر عن بعضهم فقال: لعله لايرفع رأسه فی تلک السجدة حتی يغفر له. (سنن الترمذی، باب ماذکر فی الرجل يدرک الإمام وهو ساجد کيف يصنع (ح:۵۹۱) انیس)

☆ رکوع میں امام کو پانے کی حد:

سوال: جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد لوگ جلدی سے جا کر جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں، بعض لوگوں کو رکوع کی تسبیح ایک مرتبہ بھی پڑھنے کا موقع نہیں مل پاتا، تو کیا اس رکعت کو بھی شمار کیا جائے گا اور وہ اس کو پانے والا سمجھا جائے گا؟

(مرزا الطاف بیگ، کنڈا کرتی) ==

عیدین میں رکوع چھوٹ جانے سے نماز نہیں ہوگی:

سوال: عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھاتے وقت امام نے غلطی سے دوسری رکعت میں رکوع ہی نہیں کیا، اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

امام کے ساتھ شامل ہونے کے لئے دوڑتے ہوئے نہ جانا چاہئے کہ اس سے سانس اکھڑنے لگتی ہے اور خشوع وخضوع باقی نہیں رہتا، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقار کے ساتھ چل کر جانے کا حکم دیا ہے۔(سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ٥٧٢، باب السعي إلى الصلاة، الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ١٣٥٩. محشي)/أبوهريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا ثوب بالصلاة فلاتأتوها وأنتم تسعون وأتوها وعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا فإن أحدكم في صلاة ما كان يعمد إلى الصلاة. (موطأالإمام مالك، ت: عبدالباقي، باب ماجاء في النداء للصلاة (ح: ٤) انيس)

تاہم اگر کوئی شخص امام کو ایک لحہ بھی رکوع میں پالے، یہاں تک کہ قیام کی حالت سے پہلے اٹھتی ہوئی حالت میں، تب بھی اقتدا درست ہوجائے گی، اور وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا:

"... الأصح أن يعتد بها إذا وجدت المشاركة قبل أن يستقيم قائمًا وإن قل". (الفتاوی الهندية: ١٢٠/١) الباب العاشر في إدراك الفريضة/وكذا في البناية شرح الهداية، حكم من انتهى إلى الإمام في صلاة الفجر: ٥٧٩/٢، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

(کتاب الفتاویٰ: ۱۷۸/۲-۱۷۹)

کب رکوع میں شمولیت سمجھی جائے گی:

سوال: کسی بھی نماز کی جماعت میں اگر رکوع میں شامل ہوجائیں، تو اس رکعت کو شمار کیا جائے گا، لیکن اگر رکوع میں ایسے وقت داخل ہوئے کہ ایک مرتبہ بھی پوری طرح سے "سبحان ربي العظيم" نہ پڑھ سکیں، تو کیا اس صورت میں بھی رکوع اور رکعت میں شمولیت سمجھی جائے گی؟ یا ایک بار تسبیح پڑھنے پر ہی رکعت شمار کی جائے گی؟ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ "اللّٰه أكبر" کہہ کر رکوع میں جاتے رہتے ہیں، اور امام صاحب تکبیر کہتے ہوئے اٹھتے ہیں، تو ایسی صورت میں کیا تصور کرنا چاہئے؟

(نادر المسدرسی، مغلپورہ)

الجواب

اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے ایک لحہ بھی مقتدی نے امام کو رکوع میں پالیا، گو ایک تسبیح سے کم ہو، تو وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا، البتہ اگر امام رکوع سے اٹھنے کی حالت میں ہو اور مقتدی جانے کی حالت میں، تو اس رکعت کو دہرانا ہوگا۔

"ولكنه لم يدرك الركعة حيث لم يدرك في جزء من الركوع قبل رفع رأسه منه..." .(مراقي الفلاح: ٢٤٧. نیز دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في إدراك فضيلة الافتتاح: ٥١٦/٢. محشي)

(کتاب الفتاویٰ: ۱۷۷/۲-۱۷۸)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ہرنماز میں رکوع فرض ہے؛اس لئے اگرعیدالاضحیٰ کی نماز میں امام نے دوسری رکعت میں رکوع نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی۔(۱)اسی وقت اس نماز کا اعادہ کرنا چاہئے تھا،اس کی قضانہیں کی جاسکتی۔(۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۲۰۲/۱/۵۷۳۱ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۵۸)

---

(۱)　"(من فرائضها)التي لا تصح بدونها(التحريمة) ... (ومنها الركوع) بحيث لومدّ يديه نال ركبتيه". (الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب صفة الصلاة: ۲/۱۲۷-۱۳٤)

(۲)　(وتؤخربعذر)...(إلى الزوال من الغد فقط) ...(وأحكامها أحكام الأضحى،لكن هنا يجوزتأخيرها إلى آخرثالث أيام النحربلا عذرمع الكراهة،وبه)أى بالعذر(بدونها).(الدرالمختار)

"(قوله فقط)راجع إلى قوله:بعذرفلا تؤخرمن غيرعذر،وإلى قوله إلى الزوال فلا تصح بعده،وإلى قوله من الغد فلا تصح فيما بعد غد ولوبعذركما في البحر،ط.(ردالمحتار،باب العيدين،قبل مطلب لايلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة الخ: ۳/۹٥)/وكذا في البحر الرائق،كتاب العيدين: ۲/۱۷٥،دارالكتاب الإسلامي.انيس)

رکوع:

سر کے ساتھ پشت کے جھکنے کا نام رکوع ہے۔(مراقی)

مسئله: شریعت میں رکوع کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پشت اتنی جھکے کہ ہاتھ پھیلا کر گھٹنے کو پالے۔(طحطاوی)

مسئله: کامل رکوع اس قدر جھکنا ہے کہ سر اور کمر برابر رہے اور ہاتھ پسلیوں سے جدا رہیں اور دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔(تعلیم الاسلام:۳/۶۴)

مسئله: رکوع میں سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنے پر رکھے اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کا سہارا لے اور انگلیاں ایک دوسرے سے الگ رکھے ملائے نہیں اور پنڈلیاں سیدھی رکھے کمان کی طرح جھکانا مکروہ ہے اور سر، پشت اور کمر کو اس طرح برابر رکھے کہ کہیں سے کوئی حصہ نہ اونچا رہے اور نہ نیچا رہے۔(شامی:۱/۳۳۲)

مسئله: رکوع میں باہیں (بازو) پہلو سے الگ رہیں،انگلیاں قبلہ رخ رہیں۔(شامی:۱/۳۳۲)

مسئله: عورت اس طرح رکوع کرے کہ ہلکا سا جھکے انگلیاں ایک دوسرے سے الگ نہ رکھے سب ملی رہیں دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے پر صرف رکھے اپنے گھٹنے کچھ (خمی) ٹیڑھا کرلے اور باہوں کو پہلوؤں سے الگ نہ کرے۔(شامی:۱/۳۳۲)

مسئله: رکوع کی تسبیح تین دفعہ کہنا سنت کا ادنیٰ درجہ ہے اور پانچ مرتبہ اوسط اور سات مرتبہ اعلیٰ اور اس سے زیادہ طاق عدد کہنا افضل ہے لیکن امام اتنی مرتبہ کہے کہ مقتدیوں کو گراں نہ گزرے۔(طحطاوی،ص:۱۴۴)

مسئله: تسبیح تین مرتبہ سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔(مراقی،ص:۱۴۴)

مسئله: امام نے رکوع میں زیادہ تسبیحیں پڑھی یا قراءت لمبی کردی؛ تاکہ آنے والے کو رکعت مل جائے اور طاعت پر مدد ہوجائے تو حرج نہیں ہے اور اگر اس لئے کیا کہ زیادہ تسبیح یا لمبی قرأت سے اللہ کی قربت زیادہ ہوگی تو ایسا کرنا افضل ہے اور اگر اس طرح کے ارادہ سے قرأت یا رکوع اتنا لمبا کردیا کہ مقتدیوں کو گراں گزرا، یا آنے والے کی محبت یا حیا یا دنیا والوں کی رعایت کی وجہ سے ایسا کیا تو مکروہ تحریمی؛ بلکہ شرک کا خطرہ ہے۔(شامی:۳۳۲)(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل:۲۲۶-۲۲۷)(انیس)

قعدۂ اخیرہ وخروج بالاختیار-احکام ومسائل

قعدہ اخیرہ کی فرضیت کس قدر ہے:

سوال: درفرضیۃ قعدہ اخیرہ۔(۱)

الجواب

صحیح آنست کہ قعدۂ اخیرہ مقدار تشہد فرض ست؛ چرا کہ بتواتر معنوی ثابت شدہ کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ گاہ نمازے نخواندہ اند،(۲) مگرآنکہ قعدۂ اخیرہ بجا آوردہ اند، واز آنجا کہ مفہوم صلوٰۃ امرے بود مجمل محتاج تفسیر وبیان؛ لہذا فعل وقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر اجمال آں شدہ، پس ہر چیز یکہ در ادائے صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع شد، باید کہ فرض گردد؛ مگر آنچہ کہ دلائل وقرائن مانع فرضیۃ درآں یافتہ شوند کہ آنہا واجب وسنت خواہد بود، نہ فرض چنانکہ مثلاً قراءۃ فاتحہ کہ باوصف وقوعش درصلوات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرض نتواں شد؛ چرا کہ درصورت فرضیۃ اوزیادت برنص قطعی ﴿فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (۳) لازم می آید، وعلیٰ ہذا القیاس در دیگر امور، واما اینکہ ایں قعدۂ اخیرہ بطور فرضیۃ واقع شدہ، پس دلیلش حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ است کہ بعد تعلیم اداء قعدہ وقرأت تشہد، گفت:"إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلاتک" (۴) چہ مشار الیہ اول دریں حدیث قول تشہد

(۱) قعدۂ اخیرہ کی فرضیت سے متعلق سوال۔انیس

(۲) فرائض الصلاة ستة : ... والقعدة فی آخر الصلاة مقدار التشهد لقوله عليه الصلاة والسلام لابن مسعود رضی اللّٰه عنه حين علمه التشهد : إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلاتک علق التمام بالفعل قرأ أو لم يقرأوماسوى ذلک فهو سنة ،الخ.(الهداية،باب صفة الصلاة: ٤٧/١ ،دارإحياء التراث العربی بيروت.انيس)

(۳) سورة المزمل: ۲۰۔

والزيادة عليه بخبر الواحد لا تجوز لكنه يوجب العمل فعملنا بوجوبها وهذا هو الصواب واللّٰه سبحانه وتعالیٰ أعلم بحقيقة الحال.(فتح القدير،كتاب الطهارات: ٢٤/١ ،دارالفكربيروت)

والزيادة عليه بخبر الواحد لا يجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها.(الهداية،باب صفة الصلاة: ٥٠/١۔ انيس)

(۴) حسين بن على الجعفي عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخيمرة قال:أخذ علقمة بيدى وقال:أخذ عبد اللّٰه بيدى وقال:أخذ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بيدى فعلمني التشهد:التحيات للّٰه والصلوات والطيبات السلام عليک أيها النبی ورحمة اللّٰه وبركاته السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين أشهد أن لاإله إلا اللّٰه وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله،الخ ...

==

است درحالت قعدہ نہ مطلق تشہد بہر جا کہ باشد چرا کہ تشہد مشار الیہ نبود ودیگر درحالت جلسہ اخیرہ ومشار الیہ ثانی قعدہ است مقدار تشہد نہ مطلق قعدہ بہمیں علت مذکور خلاصہ کلام ایں شد کہ چوں گفتی ایں تشہد را درحالت قعدہ یا فعل قعدہ بجا آوردی تشہد خواہ قدر تشہد گفتہ باشی یا نہ پس نماز تمام شد وایں خود ظاہر است کہ گفتن تشہد در قعدہ جز قعدہ قدر تشہد حاصل نیاید اما نفس قعدہ قدر تشہد بدون قول تشہد حاصل تواں شد پس معلوم شد کہ فعل قعدہ قدر تشہد فرض است چرا کہ تمامیت صلوٰۃ معلق بداں فرمود اگر قعدہ کم از قدر تشہد کرد نمازش نشد چرا کہ مشار الیہ ہموں قعدہ قدر تشہد است نہ مطلق واگر تشہد خواند در سجدہ مثلا وقعدہ قدر تشہد نہ کرد تا ہم نماز نشد چرا کہ قعدہ قدر تشہد بہر حال ضروریست وتمامیۃ ذاتی کہ بدوں آن ذات شے ناقص ماند بارکان وشرائط است وتمامیۃ صفتی کہ ذات شے گو تمام باشد مگر نقصان درکمال آں باشد در وجوب است وچونکہ درحدیث لفظ تمت مطلق واقع شد واز مطلق فرد کامل مراد بود بہ تمامیت ذات صلوٰۃ مراد خواہد بود نہ تمامیت صفت ودر حدیث: ”فهي خداج غير تمام“ (۱) تمامیت صفت تا زیادت بر کتاب اللہ لازم نیاید وایں لفظ حدیث: ”إذا قلت“ الخ ،ابن ہمام از دار قطنی روایت کردہ فرماید کہ اگر چہ ایں را موقوف بر ابن مسعود دارند،(۲) مگر مثل ایں موقوف کہ قیاس را نشاید حکم مرفوع دارد کما ہو المقر رو ایں حدیث ہر چند واحد است وباحاد ثبوت فرضیت نتواند شد مگر مقرر اصول است کہ خبر واحد چوں تفسیر مجمل قطعی باشد انچہ مستفاد ازیں خبر واحد باشد ملحق بقطعی گردد وموجب فرضیت باشد ازیں تقریر فرضیت قعدہ اخیرہ قدر تشہد برارباب علم واضح خواہد بود نہ مطلق قعدہ کما زعم البعض ایں است انچہ از کتب ملتقط شد۔(۳) (تالیفات رشیدیہ:۲۶۶-۲۶۸)

== رواه زهير بن معاوية عن الحسن بن الحر فزاد في آخره كلاماً وهو قوله: إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد قضيت صلاتک فإن شئت أن تقوم فقم وإن شئت أن تقعد فاقعد.(سنن الدارقطني،باب صفة التشهد ووجوبه واختلاف الروايات فيه (ح:۱۳۳۳-۱۳۳٤)

عن القاسم بن مغيرة قال:أخذ علقمة بيدى فحدثني أن عبداللّٰه بن مسعود أخذ بيده وأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخذ بيد عبداللّٰه فعلمه التشهد في الصلاة فذكر مثل حديث الأعمش :إذا قلت هذا أو قضيت هذا فقد قضيت صلاتک إن شئت أن تقوم فقم،وإن شئت أن تقعد فاقعد.(سنن أبي داؤد،باب التشهد (ح:۹۷۰)انیس)

(۱) عن أبي هريرة يقول:سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول:من صلى صلاةً لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداع هي خداع غير تمام.(موطأالإمام محمد،افتتاح الصلاة (ح:۱۱٤)المكتبة العلمية.انیس)

(۲) والحق أن غاية الإدراج هنا أن تصير موقوفة والموقوف في مثله له حكم الرفع.(فتح القدير،باب صفة الصلاة: ۲۷٦/۱ .دارالفكر.انیس)

(۳) ترجمہ: قعدہ اخیرہ کی فرضیت کا مسئلہ صحیح یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ تشہد کی مقدار میں فرض ہے،اس لئے کہ تواتر معنوی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی،مگر یہ کہ قعدہ اخیرہ کو بجالایا ہے اور چونکہ نماز کا مفہوم ایک مجمل امر تھا ==

== جوتفسیر و بیان کامحتاج تھا۔لہذا قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اجمال کی تفسیر ٹھہرا۔پس جو چیز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ادا کی؛ وہ تو چاہئے کہ فرض ہو، بجز ان امور کے، جو دلائل وقرائن سے اس میں فرضیت کومنع کریں کہ وہ واجب وسنت ہوں گے، نہ کہ فرض؛ جیسا کہ مثلاً سورۂ فاتحہ کی قراءت کہ باوجود یکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں یہ واقع ہوئی ہے،فرض نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ اس کو فرض ماننے کی صورت میں نص قطعی آیت: ''پس قرآن سے جو آسان ہو پڑھو''۔(سورۂ مزمل:۲۰) پر زیادتی لازم آتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس دوسرے امور میں بھی۔

لیکن اس بات کا ثبوت کہ یہ قعدہ اخیرہ بطور فرضیت واقع ہوا ہے تو اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قعدہ اخیرہ کے ادا کرنے اور تشہد پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تو نے یہ کہا یا یہ کرلیا تو تیری نماز پوری ہوگئی۔'' کیونکہ اس حدیث میں پہلا مشارالیہ تشہد کا کہنا ہے؛ قعدہ کی حالت میں، نہ کہ مطلق تشہد ہر جگہ،اس لئے کہ تشہد مشارالیہ نہ تھا۔دوسرا جلسہ اخیرہ کی حالت میں اور دوسرا مشارالیہ قعدہ ہے؛ مقدار تشہد، نہ کہ مطلق قعدہ۔اسی علت مذکور کی بنا پر خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب تم نے یہ کہا کہ اس تشہد کو حالت قعدہ میں یا فعل قعدہ میں تم نے بجالایا تو تشہد خواہ تشہد کے برابر تم نے پڑھا ہو کہ نہ پڑھا ہو۔پس نماز تمام ہوگئی اور یہ خود ظاہر ہے کہ پڑھنا تشہد کا قعدہ میں سوائے قعدہ قدر تشہد کے حاصل نہیں ہوتا ہے۔لیکن نفس قعدہ بمقدار تشہد بغیر تشہد پڑھنے کے حاصل ہوسکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ فعل قعدہ بمقدار تشہد فرض ہے، کیونکہ نماز کا تمام ہونا اس پر معلق فرمایا اگر قعدہ تشہد کی مقدار سے کم کیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ مشارالیہ وہی قعدہ بمقدار تشہد ہے نہ کہ مطلق اور اگر تشہد مثلاً سجدہ میں پڑھ لیا اور قعدہ بمقدار تشہد نہیں کیا پھر بھی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ قعدہ مشابہت کے مطابق بہر حال ضروری ہے اور تمامیۃ ذاتی کہ اس کے بغیر چیز کی ذات ناقص رہتی ہے۔ارکان وشرائط کے ساتھ ہے اور تمامیت صفتی کہ اگر چہ چیز کی ذات پوری رہتی ہے لیکن اس کے کمال میں نقصان ہوتا ہے وہ وجوب میں ہے اور چونکہ حدیث میں لفظ ''تمام ہوگئی''،مطلق واقع ہوگیا ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے تو نماز کی ذات مکمل ہونا مراد ہے نہ کہ صفت کا پورا ہونا اور حدیث میں ''فھی خــداج'' (وہ ناقص ہے) کے الفاظ سے مراد غیر تمام ہے۔تمامیت صفت میں تا کہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم نہ آئے اور یہ لفظ حدیث کا'' إذا قـلـت '' جب تو نے کہہ دیا) ابن ہمام دارقطنی سے روایت کر کے فرماتے ہیں کہ اگر چہ اس کو ابن مسعود پر موقوف قرار دیتے ہیں،مگر اس موقوف کے مثل جو قیاس کو نہ چاہے؛مگر ایسا موقوف جو قیاس کے قابل نہ ہو،حکم مرفوع کا رکھتا ہے،جیسا کہ قاعدہ مقرر ہے اور یہ حدیث اگر چہ اکیلی ہے اور اس کی احادیث سے فرضیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا ہے،مگر مقررہ اصول سے ہے کہ خبر واحد جب مجمل قطعی کی تفسیر ہوتی ہے تو جو کچھ اس خبر واحد سے مستفاد ہوگا، وہ قطعی سے ملحق ہوگا اور موجب فرضیت ہوگا۔اس تقریر سے قعدہ اخیرہ کی فرضیت بمقدار تشہد ارباب علم پر واضح ہوگئی ہوگی، نہ کہ مطلق قعدہ،جیسا کہ بعض نے گمان کرلیا ہے۔یہ ہے مواد جو کتب سے چنا گیا ہے۔

☆ قعدۂ اخیرہ کا حکم:

سوال: نماز میں قعدۂ اخیرہ کا کیا حکم ہے؟ یعنی فرض ہے یا واجب؟ ==

قعدہ اخیرہ میں سوجائے اورامام کیساتھ سلام پھیرے،تو نماز ہوگی یانہیں:

سوال: زید نے جماعت سے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ میں سوگیا،اور امام کے ساتھ سلام پھیرا،لیکن مقدارِتشہد بعد بیدار ہونے کے نہیں بیٹھا،زید کی نماز ہوئی یانہیں؟

الجواب

احوط یہ ہے کہ اعادہ قعدہ کا کیا جاوے،ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اورشیخ ابن ہمام کی تحقیق سے جواز مفہوم ہوتا ہےاورقواعدفقہیہ سے عدم جواز ظاہر ہوتا ہے۔لہٰذا احوط ثانی ہے۔

والتفصيل في الشامي. (۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۳/۲)

==

الجواب

قعدۂ اخیرہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں،بعض اس کوواجب قرار دیتے ہیں اوربعض فرض کہتے ہیں،بعض کی رائے رکنیت کی ہے جبکہ بعض اس کوشرط قرار دیتے ہیں،راجح یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ فرض اورشرط ہے۔

قال العلامة الحصكفي: (ومنها القعود الأخير)والذى يظهر أنه شرط لأنه شرع للخروج كالتحريمة للشروع. (الدرالمختار)

قال ابن عابدين:(قوله والذى يظهرالخ)اختلف في القعدة الأخيرة قال بعضهم:هي ركن أصلي.وفي كشف البزدوى: أنها واجبة لا فرض،لكن الواجب هنا في قوة الفرض في العمل كالوتر.وفي الخزانة:أنها فرض وليست بركن أصلي بل هي شرط للتحليل،وجزم بأنها فرض في الفتح والتبيين.(رد المحتار،فرائض الصلاة في بحث القعود الأخير: ٤٤٨/١)

(قال العلامة بدرالدين العيني:وذكرفي الإيضاح: أما القعدة الأخيرة فمن جملة الفروض وليست من الأركان، لأن الشيء ما يفسربه ذلك الشيء وتفسيرالصلاة لايقع بالقعدة وإنما يقع بالقيام والقراءة والركوع والسجود وإنما انعدمت الركنية في القعدة لأنها اعتدت لغيرها لا لعينها لأن الصلاة للتعظيم وهوبالقيام ويزداد بالركوع ويتناهى بالسجود والقعدة للخروج.(البناية،باب صفة الصلاة: ١٦٨/٢) (فتاویٰ حقانیہ:۸۴/۳)

(۱) (ومنها القعود الأخير)والذى يظهر أنه شرط لأنه شرع للخروج.(الدرالمختار)

وبيّن في الإمداد الثمرة بأنه لوأتٰى بالقعدة نائمًا تعتبرعلى القول بشرطيّتها لا ركنيتها،وعزاه إلى التحقيق.و الأصح عدم اعتبارها كما في شرح المنية.

قلت:وهذا يؤيد القول بأنها ركن زائد لاشرط،خلافاً لما مشى عليه الشارح تبعاً للنهر.(رد المحتار،باب صفة الصلاة،بحث القعود الأخير: ٤١٧/١،ظفير)

كذا في غنية المتملي شرح الكبير للحلبي،باب صفة الصلاة: ٢٨٩ـ٢٩١،مطبع سنده.انيس

جماعت میں اگر مقتدی سے کوئی فرض یا واجب فوت ہو جائے، تو اس کو کیا کرنا چاہئے:

سوال: درمیان نماز اگر مقتدی سے فرض یا واجب کا سہو ہو جائے تو کیا کرے، پھر سے نماز پڑھے امام سے الگ ہو کر یا نیت توڑ کر الگ ہو جائے، یا وقت سلام وہ مقتدی سجدۂ سہو کرے، جس طرح دفعیہ ہوتا ہو تو تحریر فرمائیے؟

الجواب______________

اگر درمیان میں فرض فوت ہو جائے، تب تو نیت توڑ کر اسی وقت از سر نو نیت باندھ کر امام کے ساتھ شامل جماعت ہو جائے اور اگر واجب فوت ہو جائے تو کچھ نہ کرے، نہ نیت توڑے نہ سجدہ سہو کرے، مقتدی کو ترک واجب سہواً معاف ہے اور عمداً ترک ہو تو بعد جماعت کے، نماز کا اعادہ کرے۔(۱)(امداد الاحکام:۲/۹۵)

نماز سے خروج بالاختیار فرض ہے اور سلام واجب ہے:

سوال: خروج بصنع المصلّی کا کیا حکم ہے؟

نیز لفظ سلام کہہ کر نماز سے نکلنا واجب ہے یا سنت؟ بینوا توجروا۔

الجواب______________ باسم ملهم الصّواب

خروج بصنعہ فرض ہے، وجوب کا قول بھی ہے، مگر قول اول راجح ہے اور لفظ ''سلام'' سے خروج واجب ہے۔

قال فی رد المحتار: وقد انتصر العلاّمة الشرنبلالی للبردعی فی رسالة المسائل البهية الزكية

(۱) ترک السنة لايوجب فساداً ولا سهواً بل إساءة لو عامداً غير مستخف. (الدر المختار)

قال ابن عابدين: (قوله لايوجب فساداً ولا سهواً) أی بخلاف ترک الفرض فإنه يوجب الفساد وترک الواجب فإنه يوجب سجود السهو (قوله لو عامداً غير مستخف) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً بل يندب إعادة الصلاة كما قدمناه فی أول بحث الواجبات ولو مستخفاً كفر، الخ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، قبيل مطلب فی قولهم الإساءة دون الكراهة: ۱/۴۷۳-۴۷۴، دار الفكر)

ولأن ترک الفرض يفسد الصلاة. (بدائع الصنائع، فصل الكلام فی مسائل السجدات يدور على أصول، الخ: ۱/۲۵۰، دار الكتب العلمية)

(والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً) سواء كان السهو قبل الإقتداء أو بعده (ثم يقضی مافاته) ولو سها فيه سجد ثانياً. (الدر المختار)

(قوله ولو سها) أی فيما يقضيه بعد فراغ الإمام يسجد ثانياً لأنه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهوه وإن كان لم يسجد مع الإمام لسهوه ثم سها هو أيضاً كفته سجدتان عن السهوين لأن السجود لا يتكرر. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۲-۸۳، دار الفكر. انيس)

علـى الاثنى عشرية بأنه قد مشى على افتراض الخروج بصنعه صاحب الهداية وتبعه الشراح و عـامة الـمشائخ وأكثر المحققين والإمام النسفى فى الوافى والكافى والكنزوشروحه وإمام أهل السنة الشيخ أبومنصور الماتريدى.(رد المحتار: ٤١٨/١)(۱)

وفي واجبات الصلاة من الدرالمختار:(ولفظ السلام) مرتين.(ردالمحتار: ٤٣٦/١)(۲)

واضح رہے کہ سلام اول میں صرف لفظ السلام کہنے سے نماز سے فراغت ہو جاتی ہے،مگر سلام ثانی بھی واجب ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ربیع الاول ۱۳۸۶ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/۲۷-۲۸)

☆☆☆

---

(۱) باب صفة الصلاة،بحث الخروج بصنعه: ٤٤٩/١،دارالفكر.انيس

(والـخـروج بصنعه)أى الخروج من الصلاة قصداً من المصلى بقول أو عمل ينافى الصلاة بعد تمامها سواء كـان قـولـه:السـلام عـليـكـم كما هوواجب أو كان كلام الناس أو الأكل أو الشرب أو نحوذلك ممايكون مكروهاً تـحـريـمـاً مـفـتـوحاً للواجب،كذا فى البحر الرائق.(عمدة الرعاية على شرح الوقاية،باب صفة الصلاة: ١٣١/١،مطبع يوسفى لكهنؤ.انيس)

(۲) الدر المختارعلىٰ صدرردالمحتار،باب صفة الصلاة،مطلب واجبات الصلاة: ٤٦٨/١،دارالفكر.انيس

(۳) فالثانى واجب على الأصح.(الدرالمختار،باب صفة الصلاة،مطلب واجبات الصلاة: ٤٦٨/١)انيس)

قعدہ اخیرہ:

مسئلہ: نماز کے اخیر میں اتنی دیر بیٹھنا فرض ہے کہ اس میں تشہد پڑھ سکے۔(مراقی مع طحطاوی:۱۲۸)

مسئلہ: تشہد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ صحیح صحیح جتنا جلد پڑھنا ممکن ہو اتنی دیر قعدہ اخیرہ فرض ہے۔(شامی:۱/۳۰۱)

مسئلہ: کسی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا اور قعدہ اخیرہ میں یاد آیا تو سجدہ کر لے اس کے بعد پھر قعدہ اخیرہ کرے اگر سجدہ ہی چھوڑ دیا یا سجدہ کرنے کے بعد قعدہ اخیرہ نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔(ملخص از طحطاوی:۱۲۸)

مسئلہ: قعدہ اخیرہ نماز کے سارے ارکان کے اخیر میں ہونا شرط ہے۔(مراقی:۱۲۸)

قعدہ اخیرہ کے بعد نماز سے نکلنا:

مسئلہ: نماز کا قعدہ اخیرہ کے بعد نماز کے خلاف کوئی بات کر کے یا کوئی کام کر کے نماز سے نکلنا (فرض ہے) مثلاً جان بوجھ کر ہنسے یا کسی سے بولے یا کسی کو سلام کرے یا اپنی جگہ سے چل دے۔(شامی:۱/۳۰۱)(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل:۲۳۰)(انیس)

قعدۂ اخیرہ وخروج بالاختیار-احکام ومسائل

قعدہ اخیرہ کی فرضیت کس قدر ہے:

سوال: درفرضیۃ قعدہ اخیرہ۔(۱)

الجواب

صحیح آنست کہ قعدۂ اخیرہ مقدار تشہد فرض ست؛ چرا کہ بتواتر معنوی ثابت شدہ کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ گاہ نمازے نخواندہ اند،(۲) مگر آنکہ قعدۂ اخیرہ بجا آوردہ اند، واز آنجا کہ مفہوم صلوٰۃ امرے بود مجمل محتاج تفسیر وبیان؛ لہذا فعل وقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر اجمال آں شدہ، پس ہر چیز یکہ در ادائے صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع شد، باید کہ فرض گردد؛ مگر آنچہ کہ دلائل وقرائن مانع فرضیۃ درآں یافتہ شوند کہ آنہا واجب وسنت خواہد بود، نہ فرض چنانکہ مثلاً قراءۃ فاتحہ کہ باوصف وقوعش درصلوات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرض نتواں شد؛ چرا کہ درصورت فرضیۃ اوزیادت برنص قطعی ﴿فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (۳) لازم می آید، وعلیٰ ہذا القیاس در دیگر امور، واما اینکہ ایں قعدۂ اخیرہ بطور فرضیۃ واقع شدہ، پس دلیلش حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ است کہ بعد تعلیم اداء قعدہ وقرأت تشہد، گفت: "إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلاتک" (۴) چہ مشار الیہ اول دریں حدیث قول تشہد

(۱) قعدۂ اخیرہ کی فرضیت سے متعلق سوال۔ انیس

(۲) فرائض الصلاة ستة : ... والقعدة فی آخر الصلاة مقدار التشهد لقوله علیه الصلاة والسلام لابن مسعود رضی اللّٰه عنه حین علمه التشهد : إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلاتک علق التمام بالفعل قرأ أو لم یقرأوماسوی ذلک فهو سنة ،الخ.(الهداية،باب صفة الصلاة: ۴۷/۱ ،دار إحياء التراث العربی بيروت.انيس)

(۳) سورة المزمل: ۲۰۔

والزيادة عليه بخبر الواحد لا تجوز لكنه يوجب العمل فعملنا بوجوبها وهذا هو الصواب واللّٰه سبحانه وتعالیٰ أعلم بحقيقة الحال.(فتح القدير،كتاب الطهارات: ۲۴/۱ ،دار الفكر بيروت)

والزيادة عليه بخبر الواحد لا يجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها.(الهداية،باب صفة الصلاة: ۵۰/۱۔ انيس)

(۴) حسين بن علی الجعفي عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخيمرة قال:أخذ علقمة بيدی وقال:أخذ عبد اللّٰه بيدی وقال:أخذ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم بيدی فعلمني التشهد:التحيات للّٰه والصلوات والطيبات السلام عليک أيهاالنبی ورحمةاللّٰه وبركاته السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين أشهد أن لاإله إلا اللّٰه وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله،الخ ... ==

است درحالت قعدہ نہ مطلق تشہد بہر جا کہ باشد چرا کہ تشہد مشار الیہ نبود ودیگر درحالت جلسہ اخیرہ ومشار الیہ ثانی قعدہ است مقدار تشہد نہ مطلق قعدہ بہمیں علت مذکور خلاصہ کلام ایں شد کہ چوں گفتی ایں تشہد را درحالت قعدہ یا فعل قعدہ بجا آوردی تشہد خواہ قدر تشہد گفتہ باشی یا نہ پس نماز تمام شد وایں خود ظاہر است کہ گفتن تشہد درقعدہ جز قعدہ قدر تشہد حاصل نیاید امانفس قعدہ قدر تشہد بدون قول تشہد حاصل تواں شد پس معلوم شد کہ فعل قعدہ قدر تشہد فرض است چرا کہ تمامیت صلوٰۃ معلق بداں فرمود اگر قعدہ کم از قدر تشہد کرد نمازش نشد چرا کہ مشار الیہ ہموں قعدہ قدر تشہد است نہ مطلق واگر تشہد خواند درسجدہ مثلا وقعدہ قدر تشہد نہ کرد تاہم نماز نشد چرا کہ قعدہ قدر تشہد بہر حال ضروریست وتمامیۃ ذاتی کہ بدوں آن ذات شے ناقص ماند بارکان وشرائط است وتمامیۃ صفتی کہ ذات شے گوتمام باشد مگر نقصان درکمال آں باشد در وجوب است وچونکہ درحدیث لفظ تمت مطلق واقع شد واز مطلق فرد کامل مراد بود بہ تمامیت ذات صلوٰۃ مراد خواہد بود نہ تمامیت صفت ودرحدیث: ''فهي خداج غير تمام'' (۱) تمامیت صفت تا زیادت بر کتاب اللہ لازم نیاید وایں لفظ حدیث: ''إذا قلت'' الخ ،ابن ہمام از دار قطنی روایت کردہ فرماید کہ اگر چہ ایں را موقوف بر ابن مسعود دارند، (۲) مگر مثل ایں موقوف کہ قیاس را نشاید حکم مرفوع دارد کما ہو المقر روایں حدیث ہر چند واحد است وبا حاد ثبوت فرضیت نتواند شد مگر مقرر اصول است کہ خبر واحد چوں تفسیر مجمل قطعی باشد انچہ مستفاد ازیں خبر واحد باشد ملحق بقطعی گردد وموجب فرضیت باشد ازیں تقریر فرضیت قعدہ اخیرہ قدر تشہد برارباب علم واضح خواہد بود نہ مطلق قعدہ کما زعم البعض ایں است انچہ از کتب ملتقط شد۔ (۳) (تالیفات رشیدیہ: ۲۶۶-۲۶۸)

== رواه زهير بن معاوية عن الحسن بن الحر فزاد في آخره كلاماً وهو قوله: إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد قضيت صلاتک فإن شئت أن تقوم فقم وإن شئت أن تقعد فاقعد. (سنن الدارقطني، باب صفة التشهد ووجوبه واختلاف الروايات فيه (ح: ۱۳۳۳-۱۳۳٤)

عن القاسم بن مغيرة قال: أخذ علقمة بيدي فحدثني أن عبدالله بن مسعود أخذ بيده وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيد عبدالله فعلمه التشهد في الصلاة فذكر مثل حديث الأعمش :إذا قلت هذا أو قضيت هذا فقد قضيت صلاتک إن شئت أن تقوم فقم، وإن شئت أن تقعد فاقعد. (سنن أبي داؤد، باب التشهد (ح: ۹۷۰) انيس)

(۱) عن أبي هريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صلى صلاةً لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداع هي خداع غير تمام. (موطأالإمام محمد، افتتاح الصلاة (ح: ۱۱٤) المكتبة العلمية. انيس)

(۲) والحق أن غاية الإدراج هنا أن تصير موقوفة والموقوف في مثله له حكم الرفع. (فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۲۷٦/۱. دار الفكر. انيس)

(۳) ترجمہ: قعدہ اخیرہ کی فرضیت کا مسئلہ صحیح یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ تشہد کی مقدار میں فرض ہے، اس لئے کہ تواتر معنوی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی، مگر یہ کہ قعدہ اخیرہ کو بجالایا ہے اور چونکہ نماز کا مفہوم ایک مجمل امر تھا ==

== جوتفسیر و بیان کامحتاج تھا۔لہذا قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اجمال کی تفسیر ٹھہرا۔پس جو چیز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ادا کی؛ وہ تو چاہئے کہ فرض ہو، بجزان امور کے، جو دلائل وقرائن سے اس میں فرضیت کو منع کریں کہ وہ واجب وسنت ہوں گے، نہ کہ فرض؛ جیسا کہ مثلاً سورۃ فاتحہ کی قراءت کہ باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں یہ واقع ہوئی ہے، فرض نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ اس کو فرض ماننے کی صورت میں نص قطعی آیت: ''پس قرآن سے جو آسان ہو پڑھو'' ۔(سورۂ مزمل:۲۰) پر زیادتی لازم آتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس دوسرے امور میں بھی۔

لیکن اس بات کا ثبوت کہ یہ قعدہ اخیرہ بطور فرضیت واقع ہوا ہے تو اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قعدہ اخیرہ کے ادا کرنے اور تشہد پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تو نے یہ کہا یا یہ کرلیا تو تیری نماز پوری ہوگئی۔'' کیونکہ اس حدیث میں پہلا مشار الیہ تشہد کا کہنا ہے؛ قعدہ کی حالت میں، نہ کہ مطلق تشہد ہر جگہ، اس لئے کہ تشہد مشار الیہ نہ تھا۔دوسرا جلسہ اخیرہ کی حالت میں اور دوسرا مشار الیہ قعدہ ہے؛ مقدار تشہد، نہ کہ مطلق قعدہ۔اسی علت مذکور کی بنا پر خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب تم نے یہ کہا کہ اس تشہد کو حالت قعدہ میں یا فعل قعدہ میں تم نے بجالایا تو تشہد خواہ تشہد کے برابر تم نے پڑھا ہو کہ نہ پڑھا ہو۔پس نماز تمام ہوگئی اور یہ خود ظاہر ہے کہ پڑھنا تشہد کا قعدہ میں سوائے قعدہ قدر تشہد کے حاصل نہیں ہوتا ہے۔لیکن نفس قعدہ بمقدار تشہد بغیر تشہد پڑھنے کے حاصل ہوسکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ فعل قعدہ بمقدار تشہد فرض ہے، کیونکہ نماز کا تمام ہونا اس پر معلق فرمایا اگر قعدہ تشہد کی مقدار سے کم کیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ مشار الیہ وہی قعدہ بمقدار تشہد ہے نہ کہ مطلق اور اگر تشہد مثلاً سجدہ میں پڑھ لیا اور قعدہ بمقدار تشہد نہیں کیا پھر بھی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ قعدہ مشابہت کے مطابق بہر حال ضروری ہے اور تمامیۃ ذاتی کہ اس کے بغیر چیز کی ذات ناقص رہتی ہے۔ارکان وشرائط کے ساتھ ہے اور تمامیت صفتی کہ اگرچہ چیز کی ذات پوری رہتی ہے لیکن اس کے کمال میں نقصان ہوتا ہے وہ وجوب میں ہے اور چونکہ حدیث میں لفظ ''تمام ہوگئی''، مطلق واقع ہوگیا ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے تو نماز کی ذات مکمل ہونا مراد ہے نہ کہ صفت کا پورا ہونا اور حدیث میں ''فھی خــداج '' (وہ ناقص ہے) کے الفاظ سے مراد غیر تمام ہے۔تمامیت صفت میں تاکہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم نہ آئے اور یہ لفظ حدیث کا'' إذا قـلـت '' جب تو نے کہہ دیا) ابن ہمام دارقطنی سے روایت کر کے فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کو ابن مسعود پر موقوف قرار دیتے ہیں، مگر اس موقوف کے مثل جو قیاس کو نہ چاہے؛ مگر ایسا موقوف جو قیاس کے قابل نہ ہو، حکم مرفوع کا رکھتا ہے، جیسا کہ قاعدہ مقرر ہے اور یہ حدیث اگرچہ اکیلی ہے اور اس کی احادیث سے فرضیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا، مگر مقررہ اصول سے ہے کہ خبر واحد جب مجمل قطعی کی تفسیر ہوتی ہے تو جو کچھ اس خبر واحد سے مستفاد ہوگا، وہ قطعی سے ملحق ہوگا اور موجب فرضیت ہوگا۔اس تقریر سے قعدہ اخیرہ کی فرضیت بمقدار تشہد ارباب علم پر واضح ہوگئی ہوگی، نہ کہ مطلق قعدہ، جیسا کہ بعض نے گمان کرلیا ہے۔یہ ہے مواد جو کتب سے چنا گیا ہے۔

☆ قعدۂ اخیرہ کا حکم:

سوال: نماز میں قعدۂ اخیرہ کا کیا حکم ہے؟ یعنی فرض ہے یا واجب؟ ==

قعدہ اخیرہ میں سوجائے اور امام کیساتھ سلام پھیرے، تو نماز ہوگی یا نہیں:

سوال: زید نے جماعت سے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ میں سو گیا، اور امام کے ساتھ سلام پھیرا، لیکن مقدار تشہد بعد بیدار ہونے کے نہیں بیٹھا، زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

احوط یہ ہے کہ اعادہ قعدہ کا کیا جاوے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اور شیخ ابن ہمام کی تحقیق سے جواز مفہوم ہوتا ہے اور قواعد فقہیہ سے عدم جواز ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا احوط ثانی ہے۔

والتفصيل فى الشامى. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۳/۲)

== الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

قعدۂ اخیرہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض اس کو واجب قرار دیتے ہیں اور بعض فرض کہتے ہیں، بعض کی رائے رکنیت کی ہے جبکہ بعض اس کو شرط قرار دیتے ہیں، راجح یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ فرض اور شرط ہے۔

قال العلامة الحصكفى: (ومنها القعود الأخير) والذى يظهر أنه شرط لأنه شرع للخروج كالتحريمة للشروع. (الدر المختار)

قال ابن عابدين: (قوله والذى يظهر الخ) اختلف فى القعدة الأخيرة قال بعضهم: هى ركن أصلى. وفى كشف البزدوى: أنها واجبة لا فرض، لكن الواجب هنا فى قوة الفرض فى العمل كالوتر. وفى الخزانة: أنها فرض وليست بركن أصلى بل هى شرط للتحليل، وجزم بأنها فرض فى الفتح والتبيين. (رد المحتار، فرائض الصلاة فى بحث القعود الأخير: ۴۴۸/۱)

(قال العلامة بدر الدين العينى: وذكر فى الإيضاح: أما القعدة الأخيرة فمن جملة الفروض وليست من الأركان، لأن الشىء ما يفسر به ذلك الشىء وتفسير الصلاة لا يقع بالقعدة وإنما يقع بالقيام والقراءة والركوع والسجود وإنما انعدمت الركنية فى القعدة لأنها اعتدت لغيرها لا لعينها لأن الصلاة للتعظيم وهو بالقيام ويزداد بالركوع ويتناهى بالسجود والقعدة للخروج. (البناية، باب صفة الصلاة: ۱۶۸/۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۸۴/۳)

(۱) **(ومنها القعود الأخير) والذى يظهر أنه شرط لأنه شرع للخروج. (الدر المختار)**

وبيّن فى الإمداد الثمرة بأنه لو أتىٰ بالقعدة نائمًا تعتبر على القول بشرطيّتها لا ركنيتها، وعزاه إلى التحقيق. والأصح عدم اعتبارها كما فى شرح المنية.

قلت: وهذا يؤيد القول بأنها ركن زائد لا شرط، خلافاً لما مشى عليه الشارح تبعاً للنهر. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث القعود الأخير: ۴۱۷/۱، ظفير)

كذا فى غنية المتملى شرح الكبير للحلبى، باب صفة الصلاة: ۲۸۹-۲۹۱، مطبع سنده. انيس

جماعت میں اگر مقتدی سے کوئی فرض یا واجب فوت ہو جائے، تو اس کو کیا کرنا چاہئے:

سوال: درمیان نماز اگر مقتدی سے فرض یا واجب کا سہو ہو جائے تو کیا کرے، پھر سے نماز پڑھے امام سے الگ ہو کر یا نیت توڑ کر الگ ہو جائے، یا وقت سلام وہ مقتدی سجدۂ سہو کرے، جس طرح دفعیہ ہوتا ہو تو تحریر فرمائیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اگر درمیان میں فرض فوت ہو جائے، تب تو نیت توڑ کر اسی وقت از سرِ نو نیت باندھ کر امام کے ساتھ شامل جماعت ہو جائے اور اگر واجب فوت ہو جائے تو کچھ نہ کرے، نہ نیت توڑے نہ سجدہ سہو کرے، مقتدی کو ترک واجب سہواً معاف ہے اور عمداً ترک ہو تو بعد جماعت کے، نماز کا اعادہ کرے۔(۱)(امدادالاحکام:۲/۹۵)

نماز سے خروج بالاختیار فرض ہے اور سلام واجب ہے:

سوال: خروج بصنع المصلّی کا کیا حکم ہے؟

نیز لفظ سلام کہہ کر نماز سے نکلنا واجب ہے یا سنت؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

خروج بصنعہ فرض ہے، وجوب کا قول بھی ہے، مگر قول اول راجح ہے اور لفظ ''سلام'' سے خروج واجب ہے۔

قال فی رد المحتار: وقد انتصر العلاّمة الشرنبلالی للبردعی فی رسالة المسائل البهية الزكية

(۱) ترک السنة لايوجب فساداً ولا سهواً بل إساءة لو عامداً غير مستخف. (الدر المختار)

قال ابن عابدين: (قوله لايوجب فساداً ولا سهواً) أی بخلاف ترک الفرض فإنه يوجب الفساد وترک الواجب فإنه يوجب سجود السهو (قوله لو عامداً غير مستخف) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً بل يندب إعادة الصلاة كما قدمناه فی أول بحث الواجبات ولو مستخفاً كفر، الخ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، قبيل مطلب فی قولهم الإساءة دون الكراهة: ۱/۴۷۳-۴۷۴، دار الفكر)

ولأن ترک الفرض يفسد الصلاة. (بدائع الصنائع، فصل الكلام فی مسائل السجدات يدور على أصول، الخ: ۱/۲۵۰، دار الكتب العلمية)

(والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً) سواء كان السهو قبل الإقتداء أو بعده (ثم يقضی مافاته) ولو سها فيه سجد ثانياً. (الدر المختار)

(قوله ولو سها) أی فيما يقضيه بعد فراغ الإمام يسجد ثانياً لأنه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهوه وإن كان لم يسجد مع الإمام لسهوه ثم سها هو أيضاً كفته سجدتان عن السهوين لأن السجود لا يتكرر. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۲-۸۳، دار الفكر. انيس)

علـى الاثنى عشرية بأنه قد مشى على افتراض الخروج بصنعه صاحب الهداية وتبعه الشراح و عـامة الـمشائخ وأكثر المحققين والإمام النسفى فى الوافى والكافى والكنزوشروحه وإمام أهل السنة الشيخ أبو منصور الماتريدى.(رد المحتار: ١/٤١٨)(۱)

وفى واجبات الصلاة من الدر المختار:(ولفظ السلام) مرتين.(ردالمحتار: ١/٤٣٦)(۲)

واضح رہے کہ سلام اول میں صرف لفظ السلام کہنے سے نماز سے فراغت ہو جاتی ہے،مگر سلام ثانی بھی واجب ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ربیع الاول ۱۳۸۶ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/۲۷-۲۸)

☆☆☆

(۱) باب صفة الصلاة،بحث الخروج بصنعه: ١/٤٤٩،دار الفكر.انيس

(والـخـروج بصنعه)أى الخروج من الصلاة قصداً من المصلى بقول أو عمل ينافى الصلاة بعد تمامها سواء كـان قـولـه:السـلام عـليـكـم كما هوواجب أو كان كلام الناس أو الأكل أو الشرب أو نحوذلك مما يكون مكروهاً تـحـريـمـاً مـفـتـوحاً للواجب،كذا فى البحر الرائق.(عمدة الرعاية على شرح الوقاية،باب صفة الصلاة: ١/١٣١،مطبع يوسفى لكهنؤ.انيس)

(۲) الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار،باب صفة الصلاة،مطلب واجبات الصلاة: ١/٤٦٨،دار الفكر.انيس

(۳) فالثانى واجب على الأصح.(الدر المختار،باب صفة الصلاة،مطلب واجبات الصلاة: ١/٤٦٨)انيس)

قعدہ اخیرہ:

مسئلہ: نماز کے اخیر میں اتنی دیر بیٹھنا فرض ہے کہ اس میں تشہد پڑھ سکے۔(مراقی مع طحطاوی:۱۲۸)

مسئلہ: تشہد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ صحیح صحیح جتنا جلد پڑھنا ممکن ہو اتنی دیر قعدہ اخیرہ فرض ہے۔(شامی:۱/۳۰۱)

مسئلہ: کسی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا اور قعدہ اخیرہ میں یاد آیا تو سجدہ کر لے اس کے بعد پھر قعدہ اخیرہ کرے اگر سجدہ ہی چھوڑ دیا یا سجدہ کرنے کے بعد قعدہ اخیرہ نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔(ملخص از طحطاوی:۱۲۸)

مسئلہ: قعدہ اخیرہ نماز کے سارے ارکان کے اخیر میں ہونا شرط ہے۔(مراقی:۱۲۸)

قعدہ اخیرہ کے بعد نماز سے نکلنا:

مسئلہ: نماز کا قعدہ اخیرہ کے بعد نماز کے خلاف کوئی بات کر کے یا کوئی کام کر کے نماز سے نکلنا (فرض ہے) مثلاً جان بوجھ کر ہنسے یا کسی سے بولے یا کسی کو سلام کرے یا اپنی جگہ سے چل دے۔(شامی:۱/۳۰۱)(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل:۲۳۰)(انیس)